ID.No:-790

محرم/صفر 1434ھ

دسمبر 2012ء

اللہ رسول محمد

ماہنامہ

المرشد

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ لَاتُکْثِرُوْا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَاِنَّ کَثْرَۃَ
الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ قَسْوَۃٌ لِلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ
مِنَ اللّٰہِ الْقَلْبُ الْقَاسِی (سنن الترمذی، باب منہ)

حضرت ابن عمرؓ حضور نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام مت کیا کرو کیونکہ ذکر الٰہی کے بغیر باتیں بنائے چلے جانے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہو چکا ہو۔

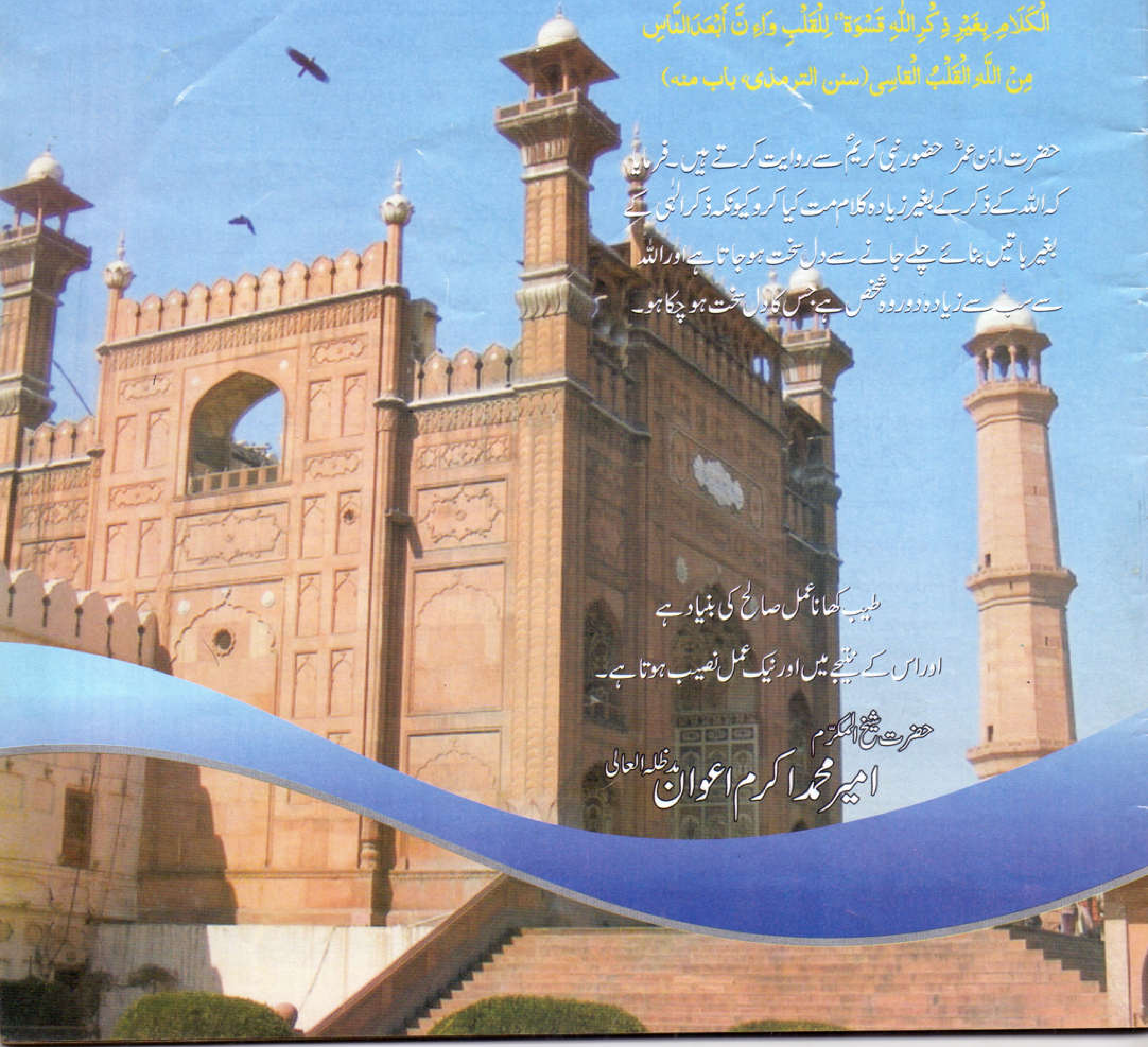

طیب کھانا عمل صالح کی بنیاد ہے
اور اس کے نتیجے میں اور نیک عمل نصیب ہوتا ہے۔

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

تصوف کیا ہے؟

اسلام میں تصوف کیا ہے؟ یہ سمجھنا ضروری ہے۔ تصوف میرے نزدیک تزکیہ کا ترجمہ ہے جس سے مُراد دل کو صاف کرنا ہے اور صفائے دل کا پہلا نتیجہ یہ ہے کہ عقائد نکھر کر شفاف ہو جاتے ہیں۔ عظمتِ باری کا یقین، رسالت پر ایمان اور ضروریاتِ دین کے ساتھ پختہ تر ایمان نصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ تربیتِ قرآن کریم سے ظاہر ہے۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ايٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ (آل عمران:۱۶۴)

کہ دعوت کے بعد پہلا کام، جو ایمان قبول کرے اس کا تزکیہ ہے اور اس کے بعد تعلیمِ کتاب وحکمت ہے۔ تو واضح ہے کہ بغیر تزکیہ کے بندہ کتاب وحکمت سے استفادہ کی اہلیت ہی نہیں پاتا اور اس درجہ یقین نصیب نہیں ہوسکتا۔ جو اتباع اور اطاعت پر مجبور کردے اور نافرمانی سے روکنے کی طاقت رکھتا ہو۔ جو مطلوب ہے۔

عہدِ رسالت مآب ﷺ میں ایمان کے بعد جس کو ایک نگاہ نصیب ہوئی اس کا تزکیہ ہوگیا۔ جس نے آپ ﷺ کو دیکھا یا آپ ﷺ کی نگاہِ پاک جس پر پڑ گئی وہ درجہ صحابیتؓ پر فائز ہوا جو بعد نبوت اعلیٰ ترین مقام ہے مگر یہ یاد رہے کہ ذکر اسمِ ذات کا حکم ان سب کیلئے بھی تھا اور آج بھی ہر مسلمان مرد وخاتون کیلئے ہے۔

تزکیہ جہاں ایمانِ کامل عطا کرتا ہے وہاں استعدادِ کار بہت بڑھ جاتی ہے اور ایک آدمی زندگی میں کئی آدمیوں جتنا کام کر جاتا ہے۔ آپ صحابہ کرامؓ سے لے کر چودہ صدیوں کے حقیقی صوفیاء اور علماء ربانیین کو دیکھئے تو یہ بات واضح ہو جائے گی۔ اس پر کسی دوسری دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ بلکہ ایک عام کلمہ گو مسلمان دنیوی امور میں بھی کافر کی نسبت زیادہ استعدادِ کار رکھتا ہے چہ جائیکہ صوفی۔ یہ حضرات نکمے نہیں، نچلے ہوتے ہیں اور زندگی بھر کام کرتے چلے جاتے ہیں کہ کام کرنا اور شریعت کے مطابق کرنا ہی ان کی زندگی کا مقصد بن جاتا ہے۔ اور دوسری عجیب بات یہ بھی ان حضرات میں پائی جاتی ہے کہ ایک وقت میں زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کرتے ہیں اور ہر شعبے میں کامیاب رہتے ہیں جو سوائے صوفیاء کے کہیں نہیں ملتا۔ بڑے بڑے لوگ ایک اور صرف ایک شعبے میں نام کماتے ہیں جبکہ صوفیاء زندگی کے ہر شعبے میں دوسروں کی راہنمائی فرماتے ہیں۔ لوگ دماغ سے کام کرتے ہیں اور دوسرے آلات سمع وبصر وغیرہ کا محتاج اور حالات وواقعات سے متاثر ہوتا ہے صوفیاء دل سے کام کرتے ہیں جو صرف جذبات پر فیصلہ کرتا ہے جو اس کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ دل خارجی اثرات سے بالاتر ہوتا ہے اور جب اس کے اندر اللہ جل اللہ شانہ کا ذکر مقیم ہوتا ہے تو اس کا ہر فیصلہ اطاعتِ الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ نیز حسبِ استطاعت کبھی بیکار نہیں رہتا بلکہ دماغ، دل کے تابع اور اعضاو جوارح دماغ کے تابع ہو کر، اس کی ساری قوت بہترین کام میں لگی رہتی ہے۔ صوفیاء اور اہل اللہ ساری محنت رضائے باری کیلئے کرتے ہیں کہ ذکر الٰہی سے توفیقِ عمل بھی نصیب ہوتی ہے اور گناہ سے بچنے کی توفیق بھی۔

(ماخوذ کنوزِ دل، امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی)

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

دسمبر 2012ء محرم/صفر 1434ھ

جلد نمبر 34 | شمارہ نمبر 04

مدیر محمد اجمل

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ 45 روپے

PS/CPL#15

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	2
اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
طریقۂ ذکر		6
ماہانہ اجتماع	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	14
من الظلمت الی النور	میاں قاسم غازی	21
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	26
جہاد فی سبیل اللہ	پروفیسر عبدالرزاق صاحبؒ	31
خواتین کا صفحہ	اُم فاران راولپنڈی	33
بچوں کا صفحہ		36
سوال وجواب	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	38
غزوۃ الہند	ذوالقرنین	40
Translated Sapeech	Ameer Muhammad Akram Awan	53
Hayat-e-Javidan (Ch: 16)	Abul Ahmadain Translation: Naseem Malik	56

بدل اشتراک

پاکستان	500 روپے سالانہ
بھارت ڈسری لنکا نگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ - یورپ	35 سٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔

Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.0ursheikh.org

Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562198, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

عقلمندی اتباع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے

بظاہر حرام کھانے سے پیٹ بھر جاتا ہے اور کوئی ضروری نہیں کہ بدہضمی کی شکایت پیدا ہو مگر باطن ایک ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے جو نہ صرف دل کو سیاہ کر دیتی ہے بلکہ اپنی حد تک ماحول کو بھی متاثر کرتی ہے اسی طرح ہر فعل جو سُنّت کے مطابق ہو، نُور پیدا کرتا ہے اور ماحول میں نُورانیت اور نیکی کا سبب بنتا ہے مگر خلاف سُنت فعل سے ظلمت پیدا ہو کر ماحول اور معاشرے میں تباہی پھیلانے کا سبب بنتی ہے اور فساد فی لارض ہے جسے جہلا اپنی طرف سے اصلاح کا نام دے کر کہتے ہیں مگر بدلنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا اور جب اُن سے کہا جائے کہ بھئی: اس طرح ایمان لاؤ جس طرح یہ سب لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں ہم ان بے وقوفوں کی طرح ماننے سے رہے۔ یہ ہے باطنی تاریکی کا اثر جو بلاآخر نوک زبان تک آہی گیا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم کیسے ایماندار ہو تمہارے اعمال اس کی شہادت نہیں دے رہے ہیں ان اور لوگوں یعنی صحابہ کرامؓ کو دیکھو تو یہ کس طرح ایمان لائے ہیں تم بھی اسی طرح ایمان لاؤ اور انہی کی طرح عمل کرو تو کہتے ہیں یہ تو بے وقوف لوگ ہیں عقل سے کام ہی نہیں لیتے ہم ان کی طرح کیسے ہو جائیں رسُول اللہ ﷺ کو بھی مانیں گے اور کام عقل کے مطابق کریں گے بھئی دنیا میں بھی رہنا ہے۔ آخر فرمایا: یہی سب سے بڑی بے وقوفی ہے کہ یہ اپنی عقل کو رہنما بناتے ہیں۔ حالانکہ یہ منصب رسول اکرم ﷺ کا ہے اور حقیقی عقلمند وہی ہے جس نے حضور ﷺ کے ارشاد کے مقابلے میں اپنی عقل کو لاشئے جانا اور عقلمندی اتباع میں سمجھی کہ اختلاف حقیقتاً بے عقلی ہے ان سے اختلاف رکھنے والے خواہ عقائد میں ہوں یا اعمال میں، بے عقل ہیں اور بے علم بھی ہیں کہ علم نام ہے حق کو جاننے کا ایسے علوم جو حق سے آگاہ نہ کر سکیں حقیقتاً جہالت کا درجہ رکھتے ہیں۔

ع

علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

تفریق وانتشار کے مقابل اتحاد

خلافت عثمانیہ کی چھتری کیسی ہی تھی' امت مرحومہ کے لئے اتحاد کی علامت تھی۔ ترکی کو مردِ بیمار کہا جاتا لیکن اہل مغرب صلیبی جنگوں کے تلخ تجربے کے بعد اس بات سے خائف تھے کہ اگر عالم اسلام کو صحیح قیادت میسر آ گئی تو اس کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہ ہوگی اور اسلام کو ان کے گھروں تک پہنچنے سے کوئی نہ روک سکے گا۔ اس کا مستقل حل یہ نکالا گیا کہ امت مسلمہ میں تفریق در تفریق پیدا کرتے رہو اور یہ عمل تب سے اب تک جاری ہے۔

سلطنت عثمانیہ کی جغرافیائی' لسانی' نسلی اور قبائلی بنیادوں پر بندر بانٹ کی گئی جن پر براہ راست یا وفادار گماشتوں کے ذریعہ مغرب کا تسلط نہ صرف برقرار ہے بلکہ غلامی کی زنجیریں مزید تنگ کی جا رہی ہیں۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مذہبی انتہا پسندی کی آڑ میں نئے نئے فرقوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جو نہ صرف اکٹھے نماز پڑھنے کے روادار نہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے تکفیر کے فتوے جاری کرنے سے بھی نہیں چوکتے کہ یہی ان کو سدھانے والوں کا مقصد ہے' ان کے مابین نفرت کی دیواریں کھڑی کر دو' انہیں باہم دست و گریباں کر دو تا کہ یہ کبھی ایک متحد قوت نہ بن سکیں۔ اس بارے میں نواب پٹودی مرحوم کا انکشاف انتہائی ہوشربا ہے۔ دیارِ مغرب میں آبادی سے دور ایسی تربیت گاہیں دیکھنے کا موقع ملا جہاں علماءِ سو تیار کیے جا رہے تھے۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ مسلم تو نہیں لیکن مسلمانوں کے رہنما ہوں گے اور ان کی تقسیم در تقسیم کا مشن پورا کریں گے۔ یہی تقسیم' یہی تفریق' گروہ بندی' باہم نفرت کی دیواریں اور قتل و جدال' یہ سب اسی سازش کا شاخسانہ ہے۔

کیا امت مسلمہ یہ نہیں سمجھتی کہ ان کی اصل طاقت اور عزت اتحاد میں ہے۔ یقیناً کسی حد تک اس کا ادراک تو ہو رہا ہے لیکن اتحاد کے لئے جس محور اور قیادت کی ضرورت ہے' اس کا فقدان ہے جس میں اسلامی ممالک بشمول پاکستان ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ کیا ہماری حکومت یہ نہیں جانتی کہ پاکستان میں کون کون سے سفارت خانے کس کس مذہبی گروہ کے ہوشربا مصارف سالہا سال سے برداشت کر رہے ہیں۔ بینک اکاؤنٹ کی چھان بین کرنے والی ایجنسیاں مذہبی فرقہ واریت کے علمبردار گروہوں کی کثیر آمدنی اور اخراجات سے کیوں چشم پوشی کر رہی ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ آج مساجد کے لاؤڈ سپیکر فرقہ واریت کے فروغ اور منافرت پھیلانے کا ذریعہ ہیں لیکن یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی لاؤڈ سپیکر آرڈیننس پر عملدرآمد کی بجائے اسے کولڈ سٹوریج میں ڈال رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اتحاد بین المسلمین کے لئے حکومت کا شور و غوغا کیا معنی! پاکستان کی مزید لسانی اور نسلی بنیادیوں پر تقسیم کس لئے؟ کیا یہ سب کچھ ایک بین الاقوامی سازش کے تحت تو نہیں ہو رہا؟ وطن عزیز میں اس وقت دوہرے اتحاد کی ضرورت ہے' اتحاد بین المسلمین اور ملی یکجہتی۔ ہمارے تمام مذہبی مکاتب فکر کا 1973ء کے دستور پر مکمل اتفاق ہے جس کے تحت قراردادِ مقاصد اتحاد بین المسلمین کی ضامن ہے۔ مذہب کے حوالے سے اس میں جو اصول وضع کر دیئے گئے ہیں' اگر تمام مکاتب فکر' تمام مسالک ان پر اکتفا کریں اور انہیں اتحاد کی بنیاد بناتے ہوئے دوسرے مکاتب فکر پر اپنی ترجیحات کو مسلط کرنے سے اجتناب کریں تو باہمی رواداری کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ جہاں تک دوسرے مذاہب کا معاملہ ہے' اس کے لئے خطبۂ حجۃ الوداع سنگِ میل ہے جس میں ایک دوسرے کے حقوق متعین فرما دیئے گئے۔ اس خطبۂ نبوی ﷺ کے تحت دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے حقوق کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے تو بلا امتیاز مذہب پوری قوم یکجہتی کی تصویر بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ قیادت عطا فرمائے جو اتحاد بین المسلمین اور قومی یکجہتی کی فضا پیدا کر سکے۔ آمین!

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	نشانِ منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر

متاعِ فقیر	آس جزیرہ	دیدہ تر

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

''اپنی آسودگی کے لئے وہ ذکر کرتے ہیں فکر کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں یہ ان کے فرصت کے لمحوں کی فراست ہے۔ فراغتوں کو فروغ دینے کیلئے یہ مشغلہ انہوں نے اختیار کیا ہے شاید وہ ریلیکس ہونا چاہتے ہیں تو شعر کہتے ہیں لوگ اس کام کے لئے تفریح کے کیا کیا سامان ڈھونڈتے ہیں مگر ملک صاحب کی تفریح بھی ترفع سے خالی نہیں ان کی شاعری ان کے اعلیٰ وارفع معمولات کا ایک ہلکا پھلکا روپ ہے ان کی شاعری کے علاوہ بھی کچھ ہے اس شاعری سے کچھ لینے کے لئے حضرت اکرم صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنا بہت ضروری ہے پھر پڑھنے والوں کو ایک اور ہی لطف آئے گا۔''

غزل

کیوں اس قصے کو چھیڑا ہے؟ کیوں رات کی بات سناتے ہو
ہر رات تمہاری رات نہیں، ہر رات پیاری رات نہیں

تم آجاؤ تو رات کو بھی یوں پر جیسے لگ جاتے ہیں
ہوتے ہیں اکیلے جب بھی ہم تب کاٹے کٹتی رات نہیں

کچھ لوگ نرالے ہوتے ہیں بس دل ہی میں بس جاتے ہیں
بن دیکھے ان کے چین نہیں، بن بولے اُن کے بات نہیں

ہم دل نذرانہ دے بیٹھے اور اس کے سوا کچھ پاس نہ تھا
پر بات تو یہ بھی سچی ہے اس جیسی کوئی سوغات نہیں

کبھی مل کر گزارہ کرتے تھے دن رات کو موسم ویرانوں میں
کیا عجب قیامت گزری ہے اب ہوتی ان سے بات نہیں

جو درد کہ دل سے اُٹھتا ہے وہ موتیوں میں ڈھل جاتا ہے
تب آنکھ برسنے لگتی ہے یہ موسم کی برسات نہیں

کبھی داغ دل جل اٹھتے ہیں پھر شعروں میں ڈھل جاتے ہیں
ہر لفظ میں دل کی دھڑکن ہے، یہ اتنی آسان بات نہیں

کل چلتے چلتے پوچھا تھا کیا آپ بھی ہم سے روٹھ گئے
وہ زیرِ لب مسکائے تھے نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں

سیماب کا سنتے رہتے ہیں کہتے ہیں بہت جی دار ہے وہ
کبھی وقت ملا تو دیکھیں گے، اپنی تو کچھ ملاقات نہیں

''کون سی ایسی بات ہوئی ہے'' سے اقتباس (6 ستمبر 1998ء۔ پشاور)

اقوالِ شیخ

1...... توبہ کرنا اللہ کی عبادت کا حصہ ہے از قسم عبادات ہے

2...... غیرت ایمانی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے سراپا غلام بن جائیں۔

3...... جس طرح ذکرِ اسمِ ذات تزکیہ کا پھل ہے اسی طرح ذکرِ اسمِ ذات تزکیہ کا بیج بھی ہے۔

4...... ایمان کامل وہ ہے جو انسان کو توفیقِ عمل ارزاں کردے اور عملِ صالح وہ ہے جو اللہ کے حکم اور سنتِ خیر الانام کے مطابق ہو۔

5...... وہ قوّت پیدا کرو کہ اگر ایک مسلمان بھی ہو تو وہ مسلمان رہے خواہ سارے معاشرے کو ٹوٹنا پڑ جائے۔

6...... دین حق وہ نعمت ہے جس کو ماننے والوں کے اقرار سے یا انکار کرنے والوں کے انکار سے اس کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

7...... جتنا کسی کا آخرت پر یقین پختہ ہوگا اتنی ہی لگن کیساتھ رکوع وسجود کرے گا۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

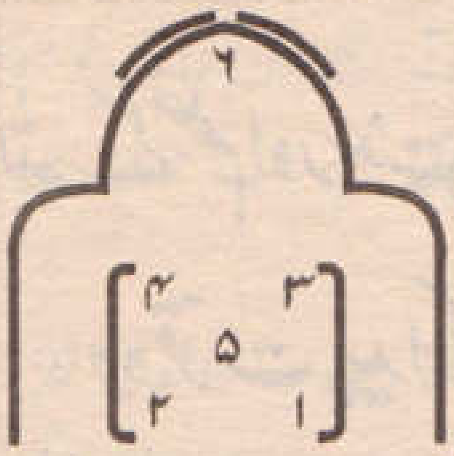

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

ذکرِ الٰہی اور تصوف کی تربیت

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

بیان ماہانہ اجتماع 17 اکتوبر 2012ء

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

یہ ساری باتیں ہر اجتماع پر دہرائی جاتی ہیں اور میرے خیال میں اصل باتیں وہی ہیں جو ہر مہینے دہرائی جاتی ہیں۔ زندگی عمل کا نام ہے باتوں کا نام نہیں ہے۔ کام کرنے کیلئے عمل کی ضرورت ہے صرف باتوں سے کام نہیں ہوتا۔ تو کوشش کیجیے کہ یہ چیزیں باتوں سے آگے عمل کے میدان میں آئیں۔ اللہ کریم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

(يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صٰلِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ) (المومنون:51)

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ. مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ.

اللہ کریم کا اپنا ایک نظام ہے اور کائنات کا نظام برابری کی سطح پر چلتا ہے۔ ایک پلڑا کبھی تھوڑا سا جھک جاتا ہے کبھی دوسرا لیکن اتنا نہیں کہ ایک طرف بالکل ہی بات ختم ہو جائے۔ جس طرح رات اور دن ہے، دن بھی آتا ہے رات بھی آتی ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ دن کم ہونے لگ جاتا ہے، رات بڑھنے لگ جاتی ہے پھر اللہ کریم کی قدرت سے کم ہونے لگ جاتی ہے دن بڑھنے لگ جاتا ہے پھر برابر ہو جاتا ہے۔ یہی حال موسموں کا ہے۔ گرمی آتی ہے، جاڑا آتا ہے، خزاں آتی ہے۔ آتے جاتے گزرتے موسم چیزوں کو برابر رکھتے ہیں، شب و روز، کاروبارِ انسانی کو برابر رکھتے ہیں۔ اگر صرف دن ہی دن ہو جائے تو بھی نظام نہیں چل سکتا، رات ہی رات ہو جائے تو بھی نظام نہیں چل سکتا۔ صرف جاڑا ہو جائے تو بھی نظام نہیں چل سکتا، صرف گرمی آجائے تو بھی نہیں چل سکتا۔ چیزیں برابر چلتی رہتی ہیں۔ اسی طرح رب جلیل روئے زمین پر نیکی اور بدی کو توازن میں رکھتے ہیں۔ نیکی مشکل کام ہے۔ اس لئے کہ انسانی نفس برائی کی طرف دعوت دیتا ہے۔

(وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ). (یوسف:53)

یقیناً نفس بُرائی کی طرف بھاگتا ہے اور اپنے اندر جنگ کرنا مشکل کام ہے۔ اپنے آپ سے مقابلہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ دوسروں سے مقابلہ کرنا اور بڑی سے بڑی مصیبت سے ٹکرا جانا اور بات ہے اور اپنے نفس، اپنے آپ اور اپنی ذات سے مقابلہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اسی لئے رب کریم نے فرما دیا۔

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ. (السبا:13)

میرے بہت تھوڑے بندے شکرگزار ہوں گے۔ اکثریت نفس اور شیطان کی پیروی میں لگ کر برائی کی طرف راغب ہو جاتی ہے۔ لیکن ہر چیز کا ایک وزن ہوتا ہے۔ برائی کا اپنا ایک وزن ہے، اپنی ایک پیمائش ہے، اپنا ایک اندازہ ہے۔ نیکی کا اپنا ایک وزن ہے، اپنی ایک پیمائش ہے، اپنا ایک اندازہ ہے۔ اس کی ہمیں اُس دن سمجھ آئے گی، جب میدانِ حشر میں میزان عدل پر نیکی اور برائی کا وزن کیا جائے گا، اور ہم دیکھ رہے ہوں گے۔ تب ہمیں سمجھ آئے گی، کہ ان چیزوں کے اپنے اپنے اوزان ہیں اور ان کے اپنے اپنے کردار اور نتائج ہیں۔ رب جلیل کا نظام ایسا ہے کہ اگر شکرگذار بندے تھوڑے بھی ہوں تو ان کی عبادت، ان کی صلاحیت میں وہ وزن پیدا کر دیا جاتا ہے کہ وہ تعداد میں تھوڑے ہوں تو ان کی نیکیوں کا اتنا وزن ہوتا ہے کہ کائنات کو تباہی میں نہیں جانے دیتیں۔ نیک لوگ اگر تعداد میں کم ہوں تو بھی ان کی نیکیوں میں خلوص، دردِ دل اور عمل پیہم ایسا ہوتا ہے کہ اس کا وزن بڑھ جاتا ہے اور وہ اس ترازو کو برابر رکھتے ہیں۔ جب برائیاں بڑھ جائیں گی اور نیکی کا پلڑا خالی ہو جائے گا تو قیامت آجائے گی، دنیا ختم ہو جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے قیامت کے وقت کے بارے ارشاد فرمایا جب پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے کوئی دن، مہینہ، تاریخ یا سال ارشاد نہیں فرمائے، بلکہ فرمایا۔

حَتّٰى لَا يُقَالُ اللّٰهُ اللّٰهُ. (حدیث)

جب کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہیں رہ جائے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی۔ اللہ کا ذکر نیکی کا بیج ہے اور جو جس چیز کا بیج ہوتا ہے وہی اس کا پھل بھی ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ثمر بھی ہے نیکی کا بیج بھی ہے۔ جب اللہ کا ذکر چھوٹ جائے گا، کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہیں رہے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی۔ برائی، کفر و شرک اور ظلم سے دنیا تباہ ہو جائے گی۔

اس سے پہلے بڑے بہتر زمانے گذرے اور ہر صدی جب ختم ہوتی ہے تو کیفیات اور برکات میں کمی آتی ہے، برائی اور بے حیائی بڑھتی ہے۔ اس کا اندازہ ہم لوگوں کو اس لئے بہت زیادہ ہے کہ ہم نے چودھویں صدی ہجری کو بھی ختم ہوتے ہوئے دیکھا اور پندرھویں صدی ہجری کو آتے بھی دیکھا۔ تو آپ اندازہ کر لیجیے کہ جب تک چودھویں صدی ہجری تھی تو ہمارے حالات کیا تھے اور وہی لوگ جو اب بھی زندہ ہیں وہ صدی کے بدلنے سے کتنے بدل گئے۔ حالات کتنے بدل گئے، عدالتیں بدل گئیں، حکومتیں بدل گئیں، حکمرانوں کے خیالات بدل گئے، عوام بدل گئے، لوگوں کی سوچیں بدل گئیں۔ یہ جو وقت کی آندھیاں ہیں ان کا تھپیڑا فرد کو مرکز سے دُور لے جاتا ہے جبکہ نیکی نام ہے مرکز سے

پیوست رہنے کا اور کائنات کا مرکز ہیں اللہ کے حبیب ﷺ ہم سے پہلے لوگ جو کہ یقیناً ہم سے بہت بہتر تھے۔ان میں ہم سے زیادہ خلوص بھی تھا، وہ ہم سے زیادہ مجاہدے بھی کرتے تھے۔ ہم سے زیادہ حلال وحرام کی تمیز بھی کرتے تھے، نیکی بھی کرتے تھے لیکن عجیب بات ہے کہ ذکرالٰہی اور تصوف کی تربیت اس طرح عام نہیں تھی۔لوگ اچھے تھے لیکن یہ نعمت عام نہیں تھی۔اب جب زمانہ بہت پیچھے ہٹ گیا، افراد میں کمزوری آ گئی، اقوام میں کمزوری ،ایمان اورارادوں میں کمزوری آ گئی، ہمتیں کمزور پڑ گئیں تو اللہ کریم نے یہ ایک دروازہ کھول دیا۔حد یہ ہے کہ آپ تاریخ تصوف اُٹھا کر دیکھیں تو کہیں آپ کو تبع تابعین کے بعد اہل اللہ کی صف میں خواتین کے ایک یا دو نام مل جائیں گے وہ بھی مشکل سے ۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ خواتین اور بچیاں بھی اللہ اللہ اور مراقبات کر رہی ہوتی ہیں۔ یہ کیا بات ہے، کیا وجہ ہے، کبھی آپ نے سوچا؟ ہم سے پہلے لوگ ہم سے بہتر تھے۔ہم ارادے میں بھی، عمل میں بھی ان سے کمزور ہیں۔اس وقت یہ نعمت عام نہیں تھی اب عام ہو گئی۔یہ ہمارا کمال نہیں ہے، یہ قدرت کا نظام ہے۔دیکھ لیں پہلے کی نسبت برائی کتنی بڑھ گئی ہے۔جو بے حیائی کبھی اشتہارات میں آتی تھی یا ٹیلی ویژن پر پیرس اور نیویارک وغیرہ کے فیشن شو دکھاتے تھے جس میں نیم برہنہ لڑکیاں دکھائی جاتی تھیں تو حیرت ہوتی تھی کہ یہ کیا لوگ ہیں۔اب وہ سب کچھ کراچی، لاہور اور اسلام آباد دیکھ لیتے ہیں۔جب آپ کے اپنے ملک کے شہروں کے اشتہار آتے ہیں تو مغرب کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔

ہمیں مغرب کی جو باتیں سُن کر ڈر لگتا تھا کہ کیسے لوگ ہیں وہ باتیں ہم اب یہاں دیکھ رہے ہیں اور ان سے بڑھ گئی ہیں۔آپ ذرا اسلامی ملکوں کے کردار کا اندازہ کیجئے اور مسلمانوں کا کردار دیکھئے۔کردار ذرائع ابلاغ سے ہی دیکھا جا سکتا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔جب بے حیائی اتنی عام ہوئی، خواہشات اتنی عام ہوئیں تو اللہ کریم نے چند نیک لوگوں کو اس نعمتِ ذکر سے نواز دیا کہ تعداد میں تھوڑے ہوں لیکن وزن میں زیادہ ہونے چاہئیں کیونکہ یہ پلڑے تو قدرت نے برابر رکھنے ہیں۔ جب تک دُنیا کو قائم رکھنا ہے، تب تک نظام کو قائم رکھنا ہے۔ رات دن میں، بہار خزاں میں توازن رکھنا ہے تو وہ تعداد میں تھوڑے لوگ ہوں لیکن عمل میں وزن آ جائے۔مولانا احمد علی لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اے لاہور یو یہ تمہارا جہان تمہاری وجہ سے آباد نہیں ہے۔اس کی آبادی کا سبب وہ لوگ ہیں جو اللہ اللہ کرتے ہیں جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو۔ان کی بات درست تھی وہ صحیح فرماتے تھے ۔ وہ اپنے زمانے کے قطب ارشاد تھے اور ایسے بزرگوں کے اِرشادات میں بہت گہرائی، صداقت اور وزن ہوتا ہے۔قرآنِ مجید کا مزاج ہے جب اللہ کریم کوئی حُکم ہر فرد پر نافذ کرنا چاہیں اور کسی کیلئے کوئی رعایت اس میں نہ ہو تو وہ حکم سیدھا انبیاء کرام علیہ السلام کو دیا جاتا ہے۔پوری اُمت میں جس حکم سے کسی فرد کو رخصت نہ ہو وہ حکم آقائے نامدار ﷺ کو دیا جاتا ہے کہ آپ ایسا کیجئے۔قرآنِ کریم نے جو نسخہ تجویز فرمایا۔اس حکم میں تمام انبیاء کرام علیہ السلام کو جمع فرما دیا۔فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ تمام

نبیوں کو جمع کر کے فرمایا **کُلُوا مِنَ الطَّیِّبٰت** اس ایک جملے میں سارا معاشی نظام آگیا اور اتنی باریکی سے آگیا کہ جائز، حلال ذریعے سے کمایا جائے پھر اُسے پاکیزہ رکھا جائے اس میں ناپاکی شامل نہ ہونے دی جائے۔ یعنی طیب وہ ہے جو حلال بھی ہو اور پاکیزہ بھی ہو۔ آپ حلال روزی کما کر لاتے ہیں، پکاتے وقت اس میں کوئی قطرہ ایسا گر جاتا ہے جو ناپاک ہے وہ طیب نہ رہا۔ سارے کھانے میں ایک قطرہ ناپاکی کا ملا دیں تو وہ طیب تو نہ رہا اگرچہ حلال تھا۔ تو فرمایا آپ کی جو غذا ہے اور اُسکے اسباب کو پاکیزہ رکھیں۔ روزی کمانے کے طریقے کو سیدھا صاف اور کھرا رکھیں یعنی اس طرح کمائیں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے اجازت دی ہے۔ اس لالچ میں نہ آجائیں کہ میرے پاس لاکھوں یا کروڑوں آجائیں کیونکہ مجھے مل رہے ہیں تو میں لے لوں۔ اگر آپ اس طرح کریں گے تو وہ کھانا جو طیب نہیں ہوگا وہ جب پیٹ میں جائے گا، اجزائے بدن بنے گا، خون بنے گا، ہڈیاں بنیں گی، آنکھوں میں جائے گا، دماغ میں جائے گا تو ہر جگہ بے حیائی اور بُرائی آجائے گی۔ آنکھیں بے حیائی دیکھ کر خوش ہوں گی، دماغ بُرائی سوچ کر خوش ہوگا، زبان بدکلامی پر اُتر آئے گی۔ ہاتھ اور پاؤں برائی کرنا شروع کر دیں گے۔ اس لئے فرمایا: **كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا** (المومنون:51)

طیب کھاؤ، نیک عمل کرو۔ یعنی طیب کھانا عملِ صالح کی بنیاد ہے اور اس کے نتیجے میں اور نیک عمل نصیب ہوتا ہے۔

کھانا صرف پیٹ کی غذا نہیں ہے۔ اغذیہ کی مختلف اقسام ہیں۔ جب کھانے کی بات آتی ہے تو ہم اُسے صرف دال روٹی سمجھ لیتے ہیں۔ دال روٹی ہی کھانا نہیں ہے۔ ہماری بہت سی غذائیں ہیں مثلاً ہم کتنی ہوا روزانہ استعمال کرتے ہیں۔ اگر وہ ہوا صاف نہیں ہوگی تو صحت ٹھیک نہیں رہ سکتی۔ ہم کتنی باتیں سُنتے ہیں یہ بھی ہماری غذا ہے۔ جو قومیں تباہ ہوئیں ان کے بارے اللہ کریم نے فرمایا کہ ان کی بنیادی خطا ان کے دو جرائم تھے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ۔

(المائدہ:42)

جھوٹ سُنتے تھے اور حرام کھاتے تھے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ وہ جھوٹ بولتے تھے بلکہ کہا کہ وہ جھوٹ سُنتے تھے۔

ناجائز طریقے سے مال کھاتے تھے اور جھوٹ سُنتے تھے۔ یہ ایسے جرائم تھے کہ حرام کھانے اور جھوٹ سُننے سے دو غذائیں بیک وقت ناجائز ہوگئیں۔ ایسی غذا جب پیٹ میں گئی، خون بنا، گوشت بنا، ہڈیاں بنیں یہی خون دماغ میں گیا، زبان میں آیا، دل میں دھڑکا، وہ بھی حرام تھا جو غذا دن بھر کانوں کے راستے دل میں اترتی رہی وہ بھی جھوٹ تھا۔ جب یہ دو چیزیں آئیں تو قوموں کی قومیں تباہ ہوگئیں۔ آج ہمیں حالات کی سختی، شدت اور ناہمواری کا سب سے زیادہ شکوہ ہے۔ دن بھر ہم یہی کہتے رہتے ہیں ہمارے ذرائع ابلاغ یعنی اخبار، ٹیلی وژن، ریڈیو اور ہماری محافل، مجالس اور افراد دن بھر یہی شکوہ کرتے

رہتے ہیں۔اگرکسی شخص کے گھر میں آگ لگ جائے وہ اس پر پانی ڈالنے کے بجائے مزید تیل چھڑکتا رہے اور روتا بھی رہے کہ میرا گھر جل رہا ہے تو ایسے شخص کو کیا کہا جائے گا؟ اور اس کے اس روّیے پر اس کے سوا کیا کہا جائے گا کہ یہ انتہائی احمق ہے۔ ہمارا بھی یہی حال ہے۔ اگر حالات بگڑ گئے تو کیا ہم سنور گئے ہیں؟ حالات تو ہمارے ساتھ ہیں۔افراد بگڑیں گے تو حالات بھی بگڑیں گے ۔ ہم سنوریں گے تو حالات سنوریں گے۔ اگر حالات بگڑ گئے ہیں تو اس کا علاج آپ مزید برائی کر کے کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تو آگ پر تیل ڈالنے والی بات ہے یہ تو اور بگڑتے چلے جائیں گے۔ ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو الزام دے کر مطمئن ہو جاتا ہے۔یہی حال افراد کا ہے، یہی حال ہماری قیامت کا ہے۔یہی حال حکمرانوں، سیاستدانوں کا ہے اور یہی حال قوموں کا ہے۔سب ایک دوسرے کو الزام دیتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ یہ جو حادثہ ہوا ہے کہیں اس میں میری برائی کا تو دخل نہیں؟ ایک شخص ماچس کی ایک تیلی جلاتا ہے اور اس سے سارا گھر جل جاتا ہے۔ ایک دیئے سے آگ لگتی ہے اور سارا گھر جل جاتا ہے۔تو ہر فرد کو اپنی نگہداشت اور اپنی حفاظت کرنی چاہیے۔

انبیاء علیہ السلام دنیا میں سب سے اعلیٰ ترین انسان تھے۔انبیاء علیہ السلام کے بعد صحابہ کرامؓ۔ کچھ بدنصیب ایسے بھی تھے جو مشرف بہ اسلام ہوئے انہیں شرفِ صحابیت نصیب ہو گیا اور پھر اللہ کے غضب کا شکار ہوئے، مرتد ہو گئے ۔ مقام صحابیت جس قدر بلند مقام ہے۔ جو مرتد ہوئے اسی قدر ان کی سزائیں بھی شدید ہیں۔ ہمیں اپنی بات کرنی چاہیئے ۔ اگر اس عہد میں اللہ کریم نے ہمیں ذکر کی توفیق دی ہے، اگر ہم کوتاہی کریں گے تو اس کا اثر زمانے پر بھی دوسرں کی نسبت زیادہ جائے گا اور ہماری جواب طلبی بھی دوسرں کی نسبت سخت ہو گی۔

ہر بات کے دو پہلو ہوتے ہیں اور دونوں پہلوؤں کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے ۔آج کی ہماری سب سے بڑی مصیبت **سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ** کی ہے۔ سارا دن ہم جھوٹ سنتے ہیں۔ ہر بندہ جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، ہر بندہ خلافِ واقعہ بات کرتا ہے۔ ہوٹلوں پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں سُنی سُنائی دہرا دیتے ہیں ۔ آپ بازار چلے جائیں ٹیلیویژن کھول لیں، کسی جلسے میں چلے جائیں، کسی سیاستدان کو سُن لیں، سوائے اللہ کے بندوں کے آپ جہاں جائیں گے، سب جھوٹ سُنیں گے۔ کبھی آپ نے اندازہ کیا کہ ہم دن بھر کتنا جھوٹ سنتے ہیں؟ پھر جھوٹا ہونے کیلیئے نبی کریم ﷺ نے اس کا جو تعین فرمایا ہے وہ ہے کہ بندے کو جھوٹا ہونے کیلیئے یہی کافی ہے کہ جو بات سُنے وہی آگے بیان کر دے، تحقیق نہ کرے کہ یہ بات سچ ہے یا جھوٹ یعنی جسے آپ آج کی زبان میں پراپیگنڈہ کہتے ہیں، یہ صاف جھوٹ ہے۔آج کی دنیا پراپیگنڈے کو بنیاد بنا کر چل رہی ہے۔لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور پیچھے لگانے کیلیئے بہت سے ڈرامے سٹیج کیے جاتے ہیں، مختلف اور انوکھے چہرے اختیار کیے جاتے ہیں جو سب جھوٹ ہوتا ہے۔ کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں، سُناتے کچھ اور ہیں،

اور دکھاتے کچھ اور ہیں۔ لوگوں کو بے وقوف بنانے کا جس کو زیادہ فن آ گیا وہ اقتدار میں چلا گیا اور عوام انہی لوگوں کو ووٹ دے کر پھر بھگتتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی جیسے ظاہراً اچھی چیز کو منہ میں ڈال لیں لیکن ڈالتے ہی جب اس کی ترشی اور کڑواہٹ اپنا رنگ دکھاتی ہے تو زبان سُوکھ جاتی ہے، پھٹ جاتی ہے، پھر روتے ہیں یہ میں نے کیا کھالیا۔ ایسے ہی خود ووٹ دے کر اپنے اوپر مسلط کرتے ہیں، پھر دُعائیں کرتے ہیں یا اللہ یہ مصیبت، یہ لعنت ہم سے ہٹا دے۔ بھئی تم نے خود اُٹھا کر سر پر رکھی ہے ، اب کیوں روتے ہو، بھگتو! تو یہ بھی ہمارا ایک طریقہ حیات ہے کہ جو کام خود کرتے ہیں، جب اس کے نتائج سامنے آتے ہیں تو اپنی ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔ یا تو ہم میں یہ جُرات ہوتی کہ ہم کہتے یا اللہ! یہ میرے گناہ ہیں، میری غلطی سے ہوا ہے، تو مجھے معاف کر دے پھر ایسا نہیں کروں گا، اس مصیبت سے نجات دیدے تو پھر اللہ کریم مہربانی فرماتا ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کوئی کام دُرست کرلیں تو اسے اپنا کمال سمجھتے ہیں، اپنی تحسین کرتے ہیں اور غلط ہو جائے تو قدرت کے ذمّے لگا دیتے ہیں۔

بات بن جائے تو شان یہ تدبیر کی ہے

اور بگڑ جائے، خطا کاتب تقدیر کی ہے

تو میرے بھائی آپ پر اللہ کا بہت احسان ہے۔ وہ کسی کو بھی چن سکتا ہے، سب اس کی اپنی مخلوق ہے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ کہیں سے، کسی کو بھی اپنی یاد کیلئے منتخب فرما سکتا ہے۔ ہم میں کسی میں کوئی کمال نہیں ہے نہ مجھ میں نہ آپ میں۔ میرے نہ والد پیر تھے نہ دادا پیر تھے نہ تصوف کا خیال تھا وہ نہ مولوی تھے نہ عالم۔ کاشتکاری اور فوج کی ملازمت ہمارے آبائی پیشے تھے، تجارت بھی دُنیا کی تھی۔ اللہ کریم نے کہاں بٹھا دیا اس میں میرا کوئی کمال نہیں اس کی اپنی مرضی ہے۔ میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں اس بات کا احساس کروں کہ اللہ کریم نے جب اس منبر پر بٹھا دیا تو میں اس کا حق اپنی حیثیت کے مطابق ادا کروں۔ میں یہاں بیٹھ کر جھوٹ بولنا، اپنی پرستش کروانا شروع کردوں تو حق تو ادا نہ ہوا۔ ہم میں سے ہر ایک پر اللہ نے ایک عجیب احسان کر دیا ہے۔ خواتین وحضرات! ہمیں سب کو اپنی یاد پر لگا دیا ہے۔ یار! دنیا میں کیا ہم سے اچھے لوگ نہیں تھے، شکل وصورت میں، قد وقامت میں، علم اور دنیاوی رکھ رکھاؤ میں؟ پھر اس نے اگر یہ مہربانی فرمائی ہے تو کیا اس نعمت کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری نہیں ہے؟ ہر شخص کو آرزو ہے کہ میرے مراقبات بہت بڑھ جائیں لیکن جو ہیں ان کا حق ادا کرنے کی فکر نہیں۔ کیا آپ نے فضول یاوہ گوئی سننا چھوڑ دی ہے؟ خواتین کیلئے تو یہ مصیبت بہت زیادہ ہے کہ ہر خاتون خود ٹی وی اسٹیشن ہے۔ سارے جہاں کی خبریں نشر کرتی رہتی ہے۔ کسی بات کی کوئی دلیل نہیں ہوتی اور سارا دن ٹی وی اسٹیشن بنا ہوتا ہے اور خبریں نشر ہو رہی ہوتی ہیں۔ جب پوچھو آپ کو یہ کس نے بتایا؟ جواب دیتی ہیں۔ "وہ کہہ رہے تھے، سنا تھا۔" اب یہی حال کم وبیش مردوں کا بھی ہے۔ ایک بات لے کر چل دیں گے یہ ہو گیا۔ اُسے روک کر پوچھو کہ کیا تم نے یہ ہوتے دیکھا تو کہتے ہیں بس سنا تھا، کسی نے یوں

کہا تھا۔ ان فضول چیزوں سے اجتناب کریں۔ اپنے رزق کا خاص اہتمام رکھیں، روکھی سوکھی کھالیں، حلال کھائیں۔ حرام کا مرغن اور بہت لذیذ کھانا بھی زہر ہے اور حلال کی سوکھی روٹی میں شفا ہے۔ حلال کھائیں، کوشش کریں کہ صرف سچ بولیں اور سچ ہی سُنیں، جھوٹ سُننے سے اجتناب کریں۔ فضول محفلوں میں، خوش گپیوں میں بیٹھنے سے اجتناب کریں۔ اپنے کام پر نظر رکھیں اور جو نعمت اللہ نے دی ہے اس کی حفاظت کا حق ادا کریں یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ اب یہ کہنا کہ یہ کام مشکل ہے تو یہ نعمت جو اللہ نے آپ کو دی ہے کیا یہ عام نعمت ہے، آسان کام ہے؟ یہ بھی تو اللہ کا احسان ہے۔ پھر جب اللہ نے یہ دولت عطا کی ہے تو اس کی حفاظت کریں۔ ایک پائی کسی کے پاس ہو اُسے چھپا کر لئے پھر رہا ہوتا ہے۔ چند سکے ہوں تو گھر والوں کو بھی نہیں بتاتا کہ میرے پاس کتنے پیسے ہیں۔ اسے بھی آپ محفوظ کریں اور جو چیزیں اِسے نقصان دیتی ہیں ان سے بچیں۔ یاوہ گوئی کی محافل سے بچیں، اپنا محاسبہ کیا کریں۔ کبھی کبھی شام کو ذکر کے بعد، عشاء کے بعد سوچ لیا کریں کہ دن بھر کیا کہا، کیا سُنا، کیا کھایا، کتنا حلال تھا، کتنا مشکوک تھا؟ ایک چیز واضح حرام نہیں ہوتی لیکن واضح طور پر حلال بھی نہیں ہوتی۔ اس سے بھی اجتناب ضروری ہے۔ کچھ چیزیں ہیں جو ظاہراً حرام ہیں، کچھ مشتبہ ہوتی ہیں۔ ذاکرین کو مشتبہات سے بھی اجتناب ضروری ہے۔ تو میرے بھائی اگر آپ اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکیں گے تو یہ جو ہر مہینے آپ کی تربیت ہوتی ہے اور آپ کو بتایا جاتا ہے کہ آپ جماعت کیلئے یہ کریں، اصلاح کیلئے یہ کریں وہ کب کر پائیں گے۔ ایک بندہ اپنے کھانے کیلئے روزی پیدا نہیں کر سکتا ہم اس سے امید رکھیں کہ وہ تاج محل بنا دے گا تو وہ کیسے بنائے گا؟ ایک بندہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتا، وہ جماعت کی حفاظت کیا کرے گا، سلسلے کی خدمت کیا کرے گا۔ اپنے آپ کا خود اندازہ لگائیں کہ میں اپنی کس قدر حفاظت کر رہا ہوں۔ اپنے آپ کو راہِ حق پر گامزن رکھنے کے قابل ہوں گے تو پھر آگے بڑھ کر دوسرے کی خدمت کر سکیں گے۔ ہم سب دُعا کر سکتے ہیں، ہم ایک دوسرے کی دُعاؤں کے محتاج بھی ہیں۔ سب کیلئے دعا کرنا میری تو ذمہ داری ہے۔ آپ بھی میرے لئے دعا کیا کریں، سب کو اس کی ضرورت ہے۔

اللہ کریم رزقِ حلال اور صدق مقال نصیب فرمائے۔ اس نعمت سے کبھی محروم نہ فرمائے۔ اللہ اپنی یادوں کو ہمارے ساتھ قبر میں لے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ روایتی طور پر جمع ہونا اور باتیں کرنا اور بات ہے یہ ہمارے عہد کی سیاست کا رویہ ہے، اللہ کریم کے ہاں اس کی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ کریم عمل پر نتائج پیدا فرماتے ہیں، کوئی سارا دن وظیفہ کرتا رہے کہ میں نے کھانا کھالیا، میں نے کھانا کھالیا، جب تک وہ کھانا نہ کھائے اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ نتائج عمل پر پیدا ہوں گے۔ عمل کی طرف بڑھیئے، اپنے ذرائع آمدن شک سے بالاتر کیجئے، حلال کھائیے، سچ بولیے۔ اللہ کریم کی مدد آپ کے ساتھ ہوگی۔ اللہ کریم خطاؤں سے معاف فرمائے، توفیقِ عمل اور استقامت عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن.

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

اصلاح میں کوشش اور اختصار کے باب میں مذاق کا اختلاف

"قولہ تعالیٰ: وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (الاعراف:164)

ترجمہ: اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کئے جاتے ہو جب کہ اللہ تعالیٰ ان کو بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کے لئے اور اس لیئے شاید یہ ڈر جائیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ جب نفع کی امید نہ، ہونہی عن المنکر کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے تو قائلین اول نے یاس کی وجہ سے وعظ چھوڑ دیا اور قائلین ثانی کو امید تھی اس لئے وہ کرتے رہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ساکتین کو بھی نجات رہی اب بھی اسی بنا پر اہل طریق کا مذاق مختلف ہے۔ بعض اولین کے مشابہ ہے بعض دوسروں کے۔"

....

بنی اسرائیل کو جب مچھلیاں پکڑنے سے منع کیا گیا تو وہ حیلے حوالے کر کے پکڑ لیتے ہے تو قوم کے تین حصے ہو گئے۔ ایک وہ تھے جو انہیں ایسا کرنے سے روکتے تھے دوسرے وہ تھے جو روکنے والوں کو کہتے تھے کہ یہ ہلاکت کے قریب ہیں اللہ ان پر عذاب بھیجنے والا ہے اور یہ باز آنے والے نہیں تو ان کے ساتھ آپ محنت کیوں کر رہے ہیں؟ تو فرماتے ہیں دونوں درست تھے۔ ایک وہ جو منع کرتے تھے وہ اس امید پر کرتے تھے کہ شاید ان کی اصلاح ہو جائے۔ جو کہہ رہے تھے یہ کام ضروری نہیں تو فرماتے ہیں جب کسی سے توبہ کی امید نہ رہے تو تبلیغ کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے، اس پر واجب نہیں ہوتا کہ اسے ضرور تبلیغ کی جائے، جب یقین ہو جائے کہ یہ نہیں مانے گا۔ دوسرے وہ تھے جن کا خیال یہ تھا کہ وہ نہیں مانیں گے لہٰذا یہ پہلی دو جماعتیں دونوں کو نجات ہو گئی۔ تیسری بندر و خنزیر بن گئے تو فرماتے ہیں یہ فرق صوفیاء میں بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ لوگوں کے ساتھ مسلسل محنت کرتے ہیں کہ شاید کوئی سدھر جائے اور بعض لوگ الگ تھلگ ہو کر اللہ اللہ میں لگ جاتے ہیں کہ انہیں لوگوں سے امید نہیں رہتی کہ کوئی ان کی بات سنے گا امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساری عمر بڑی محنت کی خلق قرآن کے مسئلے میں بادشاہ وقت سے بھی مقابلہ کیا اور بڑی سزائیں جھیلیں، بڑی مار کھائی حتیٰ کہ ان کی کھال پشت مبارک سے چھیل کر کھال کے اور گوشت کے درمیان کنکریاں ڈال کر اوپر کوڑے برسائے جاتے تھے لیکن آخری عمر میں انہوں نے وعظ کرنا چھوڑ دیا گوشہ نشین ہو گئے تو کسی نے پوچھا حضرت آپ کی تو ساری عمر جہاد میں گذری تو اب آ کر تو آپ نے بالکل ہی چھوڑ دیا ہے۔ تو فرمایا جب تک کوئی انسان نظر آتا تھا میں کوشش کرتا تھا۔ اب تو جدھر دیکھو بھیڑیئے نظر آتے ہیں، بھیڑیوں کو وعظ کون کرے۔

....

معصیت کے ساتھ بسط رہنا ابتلا ہے

"قولہ تعالیٰ: وَبَلَوْنٰھُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ (الاعراف:168)

ترجمہ: اور ہم ان کو خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزماتے رہے

یہاں حسنات وسیئات سے مراد تنگی وفراخی ظاہری ہے اور کبھی بینات باطنہ سے بھی ابتلا کیا جاتا ہے مثلاً معاصی کے ہوتے ہوئے مواجید واذواق حاصل ہوتے ہیں تو اس سے دھوکا ہوتا ہے کہ میں حق پر ہوں حالانکہ وہ باطل پر ہے۔ تو معصیت کے ساتھ اگر بسط ہو وہ استدارج ہے۔ اس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔"

....

فرمایا یہ حسنات وسیئات سے مراد ظاہری تنگی وفراوانی ہے۔ کبھی تنگی دے کر آزماتا ہے کہ مجھ پر ہی امید رکھتا ہے یا میرا دروازہ چھوڑ کر دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے لگتا ہے اور کبھی خوشحالی دے کر آزماتا ہے کہ میرا شکر ادا کرتا ہے یا اقتدار ودولت کے نشے میں میری نافرمانی شروع کر دیتا ہے۔ تو فرماتے ہیں یہی حال سلوک میں بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات بندے سے غلطی ہوتی ہے لیکن اس کے مراقبات یا مشاہدات میں کمی نہیں آتی تو فرماتے ہیں یہ بہت خطرناک ہے۔ کیونکہ شریعت اصل ہے اگر کوئی کام شریعت کے خلاف کر رہا ہے اور مراقبات یا مشاہدات میں کمی نہیں آتی تو وہ ابتلا الٰہی میں آگیا ہے، پھنس گیا ہے ایک ہی دفعہ میں سب کچھ چلا جائے گا۔ اسے توبہ کرنی چاہیے کہ اصل مدار شریعت ہے۔ اگر کوئی غلطی بھی کرتا ہے اور مشاہدات بھی ہوتے ہیں تو یہ استدراج ہے۔ یعنی ایسی آزمائش ہے کہ وہ مارا جائے گا۔

....

اپنے کمال کے زعم میں معاصی کی جرأت گمراہی ہے

"قولہ تعالیٰ: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ وَّ رِثُوا الْکِتٰبَ یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ ھٰذَا الْاَدْنٰی وَ یَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُلَنَا وَاِنْ یَّاْتِھِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ یَاْخُذُوْهُ (الاعراف:169)

ترجمہ: پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب کو ان سے حاصل کیا اس دنیائے دنی کا مال متاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جائے گی حالانکہ اگر ان کے پاس ویسا ہی مال متاع آنے لگے تو اس کو لے لیتے ہیں۔

روح المعانی میں ہے کہ یہی حال ہے ہمارے زمانہ کے بہت صوفیوں کا کہ شہوات دنیویہ پر پروانوں کی طرح گرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو مضر نہیں کیونکہ ہم واصل ہیں اور بعض کی حکایت سنی گئی ہے کہ وہ خالص حرام کھاتا تھا اور کہتا تھا نفی اثبات اس کے ضرر کو دفع کر دیتا ہے اور یہ کھلی گمراہی ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔"

....

فرماتے ہیں جس طرح یہ ارشاد ہے کہ ان کے بعد ان کے جانشین جو کتاب کے وارث ہوئے انہوں نے کتاب بھی لے لی اور دنیا کے مال کے دیوانے بھی ہو گئے جائز وناجائز طریقے سے لوگوں کا مال بھی اکٹھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں ہمارے زمانے میں بہت سے صوفی ہونے کا دعویٰ کرنے والے یا گدی نشین یا پیر کہلانے والے لوگ ایسے ہیں کہ وہ تصوف کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور دنیا کے مال پر پروانوں کی طرح بھی گرتے ہیں اور پیسہ بٹورنے کے حیلے کرتے رہتے ہیں حضرتؒ نے لکھا ہے کہ بعض ایسے ہیں کہ حرام مال لے لیتے ہیں اور کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نفی اثبات سے اس کو بھسم کر دیتا ہوں یہ حلال ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ کھلی گمراہی ہے۔ اللہ اس سے محفوظ رکھے

....

میثاق الست کی نسبت صوفیہ کے اقوال

"قولہ تعالیٰ: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ (الاعراف:172)

ترجمہ: اور جب کہ آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد

کونکالا اوران سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب گواہ بنتے ہیں۔ حضرت ذوالنونؒ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا تم کو یاد ہے انہوں نے فرمایا گویا وہ میرے کانوں میں گونج رہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ توکل کی بات ہے۔''

....

فرماتے ہیں کہ یہ جوسوال جواب ہوئے تھے جب آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا گیا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے، اکثر کتب میں میں نے دیکھا ہے حضرات لکھتے ہیں کہ ارواح جمع کئے گئے لیکن بات ایسی نظر نہیں آتی قرآن کریم میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا گیا تو روح تو پشت میں نہیں ہوتی پشت میں تو وہ سیلز ہوتے ہیں جن سے آگے وجود بنتے ہیں۔ تو وہ ایسا قادر ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کی پشت میں جو سیل تھے۔ ان سیلوں میں آگے جو سیل تھے قیامت تک آنے والی انسانیت کو وہاں لاکھڑا کیا اور ارواح بھی حاضر ہو گئیں اور ہر شخص نے زندہ ہو کر اقرار کیا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے اور اللہ کی قدرت پر حیرت ہوتی ہے وہ کیسا قادر ہے۔ ان میں ارواح بھی ڈال دیں۔ میں ایک دن منزل پڑھ رہا تھا تو یہ آیت گذری تو یہ کیفیت الحمدللہ میں نے دیکھی تو مجھے بڑا عجیب لگا۔ میں نے حضرتؒ سے عرض کی تو انہوں نے فرمایا ہاں ان میں ارواح بھی ہیں صرف وجود نہیں ہیں روحیں حاضر کی گئیں تو فرماتے ہیں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کو عہد الست یاد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا میرے کانوں میں ابھی تک آواز گونج رہی ہے۔

....

علماء دنیا اور مخذول الطریق کی حالت

''قولہ تعالیٰ: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا (الاعراف:175)

ترجمہ: اوران لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے کہ اس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا۔ روح میں طیبی سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس مثل میں غور کرے گا اس کو یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہو جاوے گی کہ علماء بے عمل اس سے زیادہ قبیح حالت میں ہیں کہ دنیا کے مال وجاہ میں اور اس کی لذات میں کھپے ہوئے ہیں اور اسی میں باب، اشارہ، میں ہے کہ جو شخص بعد سلوک کے طریق سے ہٹتا ہے اس پر وبال یہ ہوتا ہے کہ وہ ارض طبیعت سفلیہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور ہوائے نفسانی کا اتباع کرتا ہے اور اہل اللہ کی شان میں زبان چلاتا ہے۔ نعوذ باللہ۔''

....

فرمایا پہلی بات تو یہ کہ وہ علماء جو حلال حرام کی پرواہ کئے بغیر دنیا سمیٹنے میں لگے ہوئے ہیں ان کی سخت مذمت ہے کہ ان کے پاس تو دین تھا، اللہ کے احکام تھے خود انہوں نے اس پر عمل چھوڑ کر حرام اکٹھا کرنا شروع کر دیا یہ بہت ہی بری بات ہے۔ اور سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی شیخ کے ساتھ منسلک ہوتا ہے، اسے برکات بھی نصیب ہوتی ہیں بے شک اس کا ایک لطیفہ قلب ہی جاری ہو جائے، لطائف ہی کرے، کچھ مراقبات کرے۔ پھر جب طریق سلوک سے ہٹتا ہے تو اسے سزا یہ دی جاتی ہے کہ ایک تو وہ دنیا کا کتا بن جاتا ہے۔ حرام حلال کی تمیز کیے بغیر شہوات دنیاوی پر مرتا ہے، دوسرا اہل اللہ کے بارے بکواس کرنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے اسے سزا دی جاتی ہے اور اس پر ایک جگہ مولانا تھانویؒ نے ہی لکھا ہے کہ اہل اللہ کی توہین کرنا گناہ عظیم تو ہے لیکن کفر نہیں۔ پھر فرماتے ہیں دیکھا گیا ہے ایسے لوگ مرتے عموماً کفر پر ہی ہیں۔ یعنی مفضی الی الکفر ہے، کفر کی طرف لے جاتی ہے۔''

غفلت عن اللہ کے امضاد

"قولہ تعالیٰ: وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ الی قولہ تعالی اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ (الاعراف:179)

ترجمہ: اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں

جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں کہ جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں یہ لوگ غافل ہیں۔ اس کا مدلول لفظی تو یہ ہے کہ غفلت عن اللہ موجب ہے نار کا اور مدلول قیاسی یہ ہے، جس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے غفلت عن اللہ موجب ہے نار حرص دنیا و شہوات کی جیسا کہ ذکر سے جنت قناعت و انوار بڑھتے چلے جاتے ہیں۔"

....

فرماتے ہیں اس سے سلوک کا مسئلہ یہ نکلتا ہے کہ ذکر الٰہی سے غفلت ایسے کردار کی طرف لے جاتی ہے جس کا حاصل دخول نار یا جہنم کا داخلہ ہے اور دوام علی الذکر جنت کی طرف لے جاتا ہے لہٰذا اس میں غفلت نہیں آنی چاہیے۔

....

قدرت مستقلہ وعلم مستقل کی نفی مقبولین سے

"قولہ تعالیٰ: قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ (الاعراف:188)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی جتنا حق تعالیٰ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی میں تو محض بشارت دینے والا ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

اس میں تصریح ہے کہ قدرت مستقلہ وعلم محیط مقبولین سے منفی ہے اور جہلاء اپنے پیروں کے لئے ایسا گمان رکھتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔"

....

فرماتے ہیں کہ مستقل علم اللہ کا ہے اور قدرت بھی اسی کی ہے۔ بندے سے کبھی کوئی چیز اس پر منکشف ہو جاتی ہے اور کبھی سامنے کی چیز بھی اسے نظر نہیں آتی۔ اور کوئی دعا کرتا ہے تو فوراً ویسا ہو جاتا ہے اور کبھی سارا سال دعا کرتا رہتا ہے تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بندہ کسی مقام پر پہنچ جائے، محتاج ہے۔ مستقل اختیار بھی اللہ کے پاس ہے، مستقل علم بھی اس کا ہے۔ لیکن وہ فرماتے ہیں جاہل ایسا تصور اپنے پیروں کے ساتھ رکھتے ہیں جو درست نہیں۔

ندا غیر اللہ کا ابطال

"قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ (الاعراف:194)

ترجمہ: واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں۔ تم ان کو پکارو پھر ان کو چاہیے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچے ہو۔

آیت گو اصنام کے بارہ میں ہے بقرینہ مابعد الھم ارجل الخ کے لیکن حکم کا مناط ان کو عباد یعنی مملوک پر رکھا ہے اس سے ثابت ہوا کہ نداء غیر اللہ بطور استغاثہ کے ناجائز ہے تو کہاں یہ آیت اور کہاں غالی جاہلوں کا فعل۔"

....

آیت کریمہ کا ترجمہ تو یہ ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ خود مخلوق ہیں وہ خواہ بت ہوں، دیوی دیوتا ہوں، فرشتے ہوں، نیک لوگ ہوں، اولیاء ہوں۔ غائبانہ پکارنا یا دل میں یاد کرنا یہ عبادت ہے اور عبادت اللہ کے لئے مختص

ہے۔ اگر کوئی نیک ہے تو اس سے آپ استفادہ کر سکتے ہیں لیکن اس کی اقتداء کر کے۔ بعض بڑی عجیب چیزیں ہوتی ہے۔ میں ایک دفعہ گلگت میں تھا تو ایک کرنل صاحب مجھ سے ملنے آئے اور مجھ پر انہوں نے سوال کیا کہ قصیدہ غوثیہ بطور وظیفہ پڑھنا چاہیے کہ نہیں؟ میں نے کہا یہ قصیدہ غوثیہ ہے کیا، مجھے پتہ تو تھا لیکن میں نے کہا ان سے پوچھوں آپ جانتے ہیں کیا ہے؟ جی سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانیؒ نے ایک قصیدہ لکھا تھا۔ بہت اچھی بات ہے۔ پھر تو وہ خود اسی کا وظیفہ کرتے ہوں گے؟ نہیں وہ وظیفہ تو نہیں کرتے تھے انہوں نے بس لکھ دیا۔ تو میں نے کہا اگر وہ نہیں کرتے تھے تو تمہارے لئے کیوں ضروری ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے لکھا تھا کیوں کہ اس میں بعض ایسی باتیں ہیں جو عام آدمی بھی سمجھتا ہے کہ درست نہیں ہیں۔ تو ان کی شان سے بعید ہے کہ وہ اس طرح کے شعر لکھیں۔ کسی نے لکھ کر ان کے نام سے خواہ مخواہ منسوب کر دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کا اتباع کرو، وہ وظیفہ کرو جو وہ کرتے تھے۔ اگر وہ اللہ کی حمد پڑھتے تھے اور تم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی حمد پڑھنے لگ جاؤ، تم تو مشرک ہو جاؤ گے۔ اس پر وہ بڑا ناراض ہوا۔ کہنے لگا یہ میں نے آپ کی تفسیر میں بھی دیکھا تھا۔ میں نے کہا کیا پھر پوچھنے آئے ہو کہ اس نے لکھا کچھ اور ہے اور بتائے گا کچھ اور؟ میں نے کہا وہ کرو جو خود پیر صاحبؒ کرتے تھے ان کا اقتداء کرو، وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا اقتدار کرتے تھے۔ تم ان کا اقتداء کرو گے تو تمھیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا اتباع نصیب ہوگا۔ اس طرح سے بہت سے اور خاص طور پر آج کل جو نعت کے نام پر شعر کہے جاتے ہیں اور ڈھول باجوں کے ساتھ گائے جاتے ہیں، عجیب عجیب گانوں کی طرز پر لکھے جاتے ہیں یہ سب خرافات ہیں اور سب عذاب الٰہی کو دعوت دینے والی بات ہے۔ برائی نیکی کے نام پر بھی کرو تو برائی برائی ہی رہتی ہے نیکی نہیں بنتی۔ گناہ کو ثواب کے نام پر بھی کرو، تو گناہ گناہ ہی رہتا ہے۔ نام بدلنے سے وہ بدل نہیں جاتا۔

....

مکارم اخلاق کے اصول

''قولہ تعالیٰ: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف:199)

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35182727

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات و تجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

ترجمہ: سرسری برتاؤ کو قبول کرلیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کردیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہوجایا کیجئے اس میں لوگوں کے ساتھ تسامح اور ان کو شفقت سے تعلیم اور جاہلوں کے ساتھ حلم کرنے کی تعلیم ہے۔ حضرت جعفر صادقؒ کا ارشاد ہے کہ اس سے زیادہ کوئی آیت اخلاق کی جامع نہیں۔"

....

فرماتے ہیں اس میں سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ شفقت کی جائے اور جو بیوقوف ہیں، جاہل ہیں ان کو برداشت کیا جائے، سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ حضرت صادقؒ کا ارشاد ہے کہ اس سے زیادہ کوئی آیت اخلاقیات کی جامع نہیں۔

....

کاملین کو وسوسہ کا امکان اور اس کا علاج

"قولہ تعالیٰ: وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ (الاعراف: 200,201)

ترجمہ: اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اس میں کاملوں کو وسوسہ آنے کے امکان کی مع اس کے علاج یعنی استعاذہ اور تذکرہ امر و نہی کی تصریح ہے"

....

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وسوسہ ہر بندے کو حتیٰ کہ کاملین کو بھی آتا ہے۔ شیطان اپنے کام میں لگا رہتا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ کاملین کو وسوسہ آیا تو ذکر اللہ میں مشغول ہوجاتے ہیں اور عام آدمی کو وسوسہ ہوتو اسے سوچنے لگ جاتا ہے تو وہ بڑھنے لگ جاتا ہے۔ لہٰذا کامل سے لے کر عام آدمی تک وسوسہ کا علاج یہی ہے کہ وسوسہ آئے تو اللہ کا ذکر شروع کردو اللہ اللہ شروع کردو تو اللہ اسے دفع کردے گا، اس علاج فرمادے گا۔

....

اتباع شریعت کا علامت کمال ہونا

"قولہ تعالیٰ: وَاِذَا لَمْ تَاْتِھِمْ بِاٰیَۃٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَیْتَھَا قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ (الاعراف: 203)

ترجمہ: اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ معجزہ کیوں نہ لائے آپ فرمادیجئے کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے اس میں تصریح ہے کہ امور غیبیہ غیر اختیاری ہیں اس لئے وہ کمال کی علامت بھی نہ ہوگی بڑی علامت کمال اتباع ہے وحی کا، اس کے ہوتے کرامات کی تلاش جہل ہے۔"

....

فرماتے ہیں امور غیبیہ سے جو صادر ہوتا ہے نبی سے صادر ہو تو معجزہ ہوتا ہے، ولی سے صادر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں اور ولی کی کرامت بھی نبی کا معجزہ ہوتا ہے کہ اس کے اتباع سے ولی کو نصیب ہوتا ہے ان کا مطالبہ کرنا جہالت ہے۔ اصل دلیل جو ہے جو اللہ نے فرمایا "اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ اصل بات جو ہے وہ اتباع شریعت ہے حق ہونے کا معیار اتباع وحی ہے۔

....

تکلم شیخ کے وقت سکوت

"قولہ تعالیٰ: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا

(الاعراف:204)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو۔ مجاہد سے مروی ہے کہ یہ آیت صلوٰۃ و خطبہ جمعہ کے باب میں ہے اور خطبہ کے حکم میں شیخ کا ارشاد بھی ہے۔ پس مرید کو اس وقت خاموش ہو کر سننا چاہیے۔"

....

یعنی جس طرح یہ آیت تو خطبہ جمعہ کے بارے نازل ہوئی۔ خطبہ کے دوران باتیں نہ کرو۔ ظہر کی چار رکعت ہوتی ہے تو جمعہ کی دو ہو جاتی ہیں۔ دو رکعت کے قائم مقام دو خطبے ہوتے ہیں جو عربی میں پڑھے جاتے ہیں۔ اردو تقریر خطبہ نہیں ہوتی وہ تو چونکہ ہمیں عربی نہیں آتی اور عربی میں بھی کوئی اگر تقریر کرے تو وہ خطبہ نہیں ہوتی۔ خطبات جو پڑھے جاتے ہیں وہ وہی ہیں جو مسنون ہیں اور وہ دو رکعت کے قائم مقام ہیں اس لئے انہیں پوری خاموشی اور توجہ سے سننا چاہیے۔ تو فرماتے ہیں شیخ کا ارشاد بھی اس کے قائم مقام ہے۔ شیخ بات کر رہا ہو تو مرید کو چاہیے کہ خاموشی سے اور پوری توجہ سے سنے یہ نہ ہو کہ بعد میں کہے کہ مجھے تو سمجھ نہیں آئی کیا فرمایا تھا۔

....

ذکر کی اقسام اور رائے شیخ سے ان کی تعیین

"قولہ تعالیٰ: وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (الاعراف:205)

ترجمہ: اور اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ۔ اول ذکر خفی ہے دوسرا جہر معتدل ہے (جیسا اس کی تقریر اصل میں ہے) وہ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قسم ذکر کی یہی ہے کہ غفلت نہ ہو یعنی فکر ہو اگرچہ اس میں حرکت زبان کی اصلاً نہ ہو، نہ خفی نہ جلی۔ روح کے ،باب اشارہ، میں ہے کہ سالک کا معاملہ شیخ کی رائے پر ہے۔ کبھی وہ جہر تجویز کرتا ہے اور علاج وہی جانتا ہے۔

....

فرماتے ہیں اس سے ہر طرح کا ذکر ثابت ہے کوئی معتدل جہر سے اللہ اللہ کرتا ہے، زبان سے کرتا ہے یا دل سے ذکر خفی کرتا ہے یا مراقبہ کرتا ہے تو وہ بھی ذکر میں شامل ہے وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ غفلت نہیں آنی چاہیے، اللہ کا ذکر ہونا چاہیے۔ اب مشائخ مختلف طریقے تجویز کرتے ہیں تو فرمایا یہ شیخ کی صوابدید پر ہے کیونکہ سارے جائز ہیں تو وہ بہتر سمجھتا ہے کس کو کون سا مفید ہے کوئی تجویز کردے۔

....

علاج کبر کا یقیناً اصلاح پر مقدم ہونا

"قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ الخ (الاعراف:209)

ترجمہ: یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اسکی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ تکبر سے بری ہونے کے دوسری طاعات پر مقدم کرنے میں اس پر دلالت ہے کہ زوال کبر باقی اصلاح کی گویا شرط ہے۔"

....

فرماتے ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصلاح کی شرط اطاعت ہے، زبانی دعوے نہیں۔ جب تک عمل کی اصلاح نہ کی جائے تب تک نتائج مرتب نہیں ہوتے لہٰذا تو بہ نیکی یا ورع تقویٰ بندے کے کردار پر منحصر ہے گر بندے کا کردار شریعت کے مطابق ہے تو اللہ کی رحمت بھی نصیب ہوگی اور اگر کردار ویسا نہیں اور باتیں اچھی بناتے رہے تو اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔

من الظلمت الی النور

میاں قاسم غازی۔ لاہور

میں اپنے والدین کا سب سے بڑا، پہلا اور لاڈلہ بیٹا، ۱۲ ربیع الاول اور جمعہ کے دن سعودی عرب میں پیدا ہوا۔ اللہ کریم نے ہر نعمت عطا کی۔ میرے والدین کو حرمین شریفین سے بہت پیار تھا اور ہماری چھٹیاں وہیں گزرتی تھیں۔ والد صاحب نے ایک دفعہ مجھے بچپن میں جالی مبارک کو چومنے کی سعادت سے بھی بہرہ ور فرمایا۔ یہ سب خصوصی اللہ کریم کا احسان ہے۔ ہم بہن بھائیوں کی تعلیم کی وجہ سے والد صاحب ہمیں پاکستان لے آئے اور ہمیں گورنمنٹ سکول میں داخل کروادیا۔

الحمد للہ کلاس میں فسٹ آنے کے ساتھ ساتھ میں تلاوت، نعت اور تقریری مقابلوں میں بھی حصہ لیتا رہا۔ والد صاحب علاقے میں سیاسی طور پہ مضبوط تھے اور الحمد للہ بہت ایمانداری سے وقت گزارا اور لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے بہت سے کام کئے۔ اسی وجہ سے مجھے بھی لوگوں کے کام آنے کا موقع ملتا رہتا۔ اپنے کمرے میں زیادہ تر میوزک سننا ہی میری مصروفیت تھی۔ لیکن مطالعے کا بہت شوق تھا۔ اکثر ساری ساری رات بھی مطالعے میں گزر جاتی۔ اور اسلامی کتب کا بھی مطالعہ بہت دلچسپی سے کرتا۔ میرے پر دادا مسجد کے نہ صرف مہتمم تھے بلکہ تمام اخراجات کا بھی ذمہ لے رکھا تھا۔ وضو کے پانی کا بندوبست میری پر دادی خود کرتی۔ باوجود اس کے کہ ہمارا خاندان بہت ٹھیک ٹھاک زمینداروں کا خاندان تھا۔ میرے ننھیال اور ددھیال کی مربعوں میں زمینیں تھیں۔ میرے نانا بہت نیک، پرہیزگار اور تہجد گزار تھے۔ میرے نانا حکمت کے پیشے سے منسلک تھے اور لوگوں کو دم کر کے دوائی دیتے اور لوگ بہت دور دور سے علاج کی غرض سے آتے۔ وہ کہیں بیعت بھی تھے اور نماز کی نہ صرف خود پابندی کرتے تھے بلکہ ہمارے آبائی گاؤں کے لوگ بتاتے ہیں کہ وہ اذان دے کے چھڑی لے کے گاؤں میں گھروں سے نکال لاتے۔ ان کی زبان میں لکنت تھی لیکن تلاوت کرتے تو لکنت نہ رہتی۔ وہ اپنی تمام اولاد کے نیک پرہیزگار ہونے کیلئے بہت دعا کرتے اور اپنے آخری وقت میں کہتے تھے کہ میں نے بہت دعا کی اپنی اولاد کے لئے، میری دعاؤں کا تمہیں میرے بعد پتہ چلے گا۔ ان کے پاس ایک بہت پرانی کتاب تھی، جس میں صوفیاء کے واقعات و احوال لکھے تھے جو میری نظر سے گزرتی رہتی، اس میں ایک جگہ ایک بزرگ کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ مشتاق جمال احدیت تھے۔ جس کا اس وقت تو پتہ نہ تھا۔ بعد ازاں وہ کتاب بھی پتہ نہیں کہاں گئی۔ دین سے اسی رغبت کی وجہ

ضرورت رشتہ

ہماری بیٹی ایم فل عربیک، خوبصورت قد درمیانہ عمر 26 سال کیلئے برسرِ روزگار تعلیم یافتہ رشتہ درکار ہے۔
سلسلہ عالیہ سے منسلک یا متفق لوگ رجوع فرمائیں

0333-4312348

سے ہمارے خاندان کے افراد کو "میاں جی" یا "میاں صاحب" کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔ حضرت جی نے بھی مجھے ایک خط کے جواب میں "میاں جی" کہہ کے مخاطب کیا۔ یہ والدین اور بزرگوں کی دعائیں تھیں کہ سلسلہ عالیہ سے منسلک ہونے کی سعادت ملی۔

۱۹۹۲ میں جب میں آٹھویں جماعت میں تھا تو ہمارے شہر میں مارشل آرٹس (تائیکوانڈو) کے کلب کا قیام عمل میں آیا۔ میں نے سکول کے بعد، اس کلب میں جانا شروع کر دیا۔ لیکن پڑھائی متاثر نہ ہوئی۔ یہ سکول اور ٹیوشن کے علاوہ میرے گھر سے نکلنے کی واحد وجہ تھی۔ والد صاحب کی خواہش تھی میں کسی فورس میں چلا جاؤں جس کے لئے میں نے مختلف کیڈٹ کالجز میں ٹیسٹ دیئے لیکن ناکام رہا۔ میٹرک تک تو میں آزادانہ طور پہ کچھ نہ کر سکتا تھا لیکن میٹرک کے بعد کافی آزادی مل گئی۔ مجھے قریبی شہر میں میٹرک کے امتحانات کے بعد کمپیوٹر کلاسز کے لئے داخلہ لے کے دیا۔ جہاں سے مجھے صرف اس وجہ سے نکال دیا گیا کہ میں نے سینئر لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کے ۱۴ دن میں ہی سارا کورس سمجھ لیا تھا۔ میٹرک کے بعد والد صاحب جلد ہی کوئی فیصلہ نہ کر سکے کہ میرا داخلہ کہاں ہونا چاہئے اور اس طرح داخلے کا وقت گزر گیا۔ مجھے والد صاحب نے لاہور انٹر کی پرائیویٹ طور پہ تیاری کرنے کے لئے بھیج دیا۔ میں نے یہاں آ کے اپنے مارشل آرٹس کے شوق کو جاری رکھا اور تائیکوانڈو کے ہیڈ کوارٹر میں جا کے گیم کرنے لگا۔ یہ صقارہ تائیکوانڈو اکیڈمی تھی اور محمد ذوالفقار محمود (صاحب مجاز، چوہدری یوسف صاحب کے بیٹے) کے زیر سرپرستی چل رہی تھی۔ لیکن ذوالفقار بھائی خود نہ آتے تھے۔ ایک دن میرے ایک سینئر نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو، میں نے بتایا انٹر کی تیاری کر رہا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ صقارہ کالج میں داخلہ کروا دیتا ہوں۔ میں نے کہا کروا دیں اور وہ مجھے ذوالفقار بھائی کے پاس لے آئے۔ یہ ذوالفقار بھائی کی اور میری پہلی ملاقات تھی۔ کمپیوٹر پہ سب لوگ کام کر رہے تھے اور سب باریش، نماز کا وقت ہوا تو سب نماز کیلئے مسجد چلے گئے۔ میں ان کے دفتر میں حیران ہو کے سب کچھ دیکھتا رہا۔ دراصل ۱۹۹۴ تک باریش بندے کو صرف مسجد میں امامت کرواتے ہی دیکھتے تھے۔ تو ایسے لوگوں کو دیکھ کے دل نے کہا کہ اصل مسلمان ایسے ہونے چاہئے جو کہ نہ صرف اسلام پہ عمل کرتے ہیں بلکہ جدید ٹیکنالوجی اور علوم سے بھی آشنا ہیں۔ اب میں وہاں سے رقعہ لے کر اپنے سینئر کے ساتھ صقارہ کالج پہنچا۔ لیکن لیٹ ہو جانے کی وجہ سے میں یہاں بھی داخلہ لینے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ لیکن کسی جاننے والے نے صقارہ کالج کا تعارف کرواتے ہوئے مجھے حضرت جی کے متعلق بتایا اور صقارہ کالج کے امتیازی سسٹم کے بارے میں بتاتے ہوئے اس نے طنزیہ انداز میں مجھے طریقہ ء ذکر کے بارے میں بتایا اور ان سب سے میری کافی بحث ہوئی کہ یہ بہت اچھا طریقہ ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ جس کا انھوں نے انکار کیا جس کی وجہ جماعتی تعصب تھا کیونکہ وہ سب لوگ جماعت اسلامی کے تھے۔ اللہ کا احسان، کرم کہ طریقہ ء ذکر میرے دل نے قبول ہی نہ کیا بلکہ دماغ اور سوچ کہے کہ یہی میری اصلاح کی صورت ہے۔ اللہ کا احسان ہے کہ ۱۵ سال کی عمر میں ہی مجھے یہ تڑپ پیدا ہوئی۔ اللہ کریم کا اپنا نظام ہے اور اللہ کریم ہمیں حق کو فوراً قبول کرنے کی توفیق دے۔ ان دنوں میں ہر وقت عجیب خیالات کی وجہ سے بہت پریشان رہتا تھا۔ اب میں نے ذوالفقار بھائی کے پاس اس طریقے کو جاننے کے لئے جانا شروع کر دیا۔ چونکہ وہ میرے سینئر تھے اس لئے مجھ میں انھیں کہنے کی بھی ہمت پیدا نہ ہو۔ میں نے ان کے پاس چلے جانا اور کافی دیر بیٹھ کے واپس آ جانا۔ ایک دن، ان کے پاس ان کے ایک اور شاگرد ایوب اعوان آئے جنھوں نے مغرب کے بعد انھیں کہا کہ ذکر کر لیں؟ اور اس طرح انھوں نے مجھے ساتھ بٹھا لیا اور یہ میرا پہلا ذکر تھا۔ اب میں نے ذکر شروع کر دیا۔ لاہور سے مجھے والد صاحب نے

کالج میں داخلے کی وجہ سے واپس بلالیا اور میں پھالیہ (ضلع منڈی بہاؤالدین) واپس چلا گیا۔ والدہ کے بارہا کہنے کے باوجود بھی، میں نماز کم ہی پڑھتا تھا لیکن اب میں نے ذکر کرنے کی وجہ سے عشاء کی نماز کی پابندی شروع کردی۔ عشاء کی نماز ادا کر کے ذکر کرنا اور سو جانا۔ اب مجھے بجلی کی چمک کی مانند انوارات نظر آنا شروع ہوگئے۔ جیسے ہی بجلی سی چمکتی میں نے ذکر روکنا اور سو جانا۔ کیونکہ یہ میرے لئے ایک نئی کیفیت تھی، جس کا میرے سامنے کبھی کسی نے تذکرہ نہ کیا تھا۔ نمازوں کی پابندی کرنا اور تسبیحات کی ادائیگی بھی شروع کردی۔ ۹۴ کے آخر سے ۹۷ تک میں ذکر کرتا رہا۔ ایک دفعہ لاہور آیا تو ذوالفقار بھائی کو ملا اور انھوں نے مجھے لطائف کے بارے میں بھی بتایا اور کروادیئے۔ لیکن مجھے حضرت جی کے پاس جانے کا کسی نے نہ کہا۔ میں نے ایک دن ذوالفقار بھائی کو فون کر کے پوچھا کہ مجھے آگے کیا کرنا چاہئے۔ انھوں نے مجھے کہا کہ کہیں تنظیم الاخوان کا پتہ چلے تو وہاں رابطہ کرلو۔ اس اثناء میں میرا داخلہ سول انجینئرنگ کے تین سالہ ڈپلومے میں سیکنڈ ائیر میں پہنچ چکا تھا اور میں پرائیویٹ انٹر بھی کرچکا تھا۔ میرے کالج کے رستے میں ہی ایک دفتر کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ میں وہاں چلا گیا۔ ان سے بات ہوئی انھوں نے مجھے ساتھ لیا اور ضلعی صدر الاخوان کے پاس لے آئے۔ اس دن حضرت جی کا جلسہ منڈی بہاؤالدین میں ہو رہا تھا۔ حضرت جی تشریف لائے اور خطاب کیا، میں نے سنا اور الحمدللہ پہلے دن بھی حضرت جی کو الوداع کہنے کے لئے جو موٹر سائیکلوں کا قافلہ گیا اس میں شامل تھا۔ جن کے ساتھ میں جلسے میں گیا، ان کو ایک اور بزرگ ساتھی مسجد نبوی کے مراقبے کے بارے میں بتا رہے تھے کہ اس میں روح، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے۔ اب تڑپ میں اضافہ ہوگیا۔ کیونکہ اس سعادت سے کونسا مسلمان محروم رہنا چاہتا ہے۔ دوسرے سلاسل کے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا اب وہ تو رسم کے طور پہ بیعت تھے اور میں سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں سے جو گفتگو سنتا وہ ان سے کرتا تو وہ لاجواب ہوجاتے اور پریشان ہوجاتے۔ جان چھڑوانے کیلئے مجھے وہ کہہ دیتے پہلے بیعت تو ہوجاؤ پھر بات کرنا۔ شہر میں صرف دو بھائی حضرت جی سے بیعت تھے۔ جن میں سے ایک ملک سے باہر تھا۔ میں نے ضلعی صدر کو پھالیہ میں تمام ساتھیوں کا ایک پروگرام رکھنے کا کہا۔ انھوں نے بھی مجھے بیعت کا کہا۔ میں نے انھیں کہا کہ آپ پروگرام بنائیں میں بیعت ہوکر اس پروگرام میں شامل ہوں گا۔ میں جمعرات کو دارالعرفان ۲ بجے کے قریب پہنچا۔ دارالعرفان کے گیٹ پہ ہی سیکورٹی والوں کو اپنا آنے کا مقصد بتایا کہ میں بیعت ہونے کے لئے آیا ہوں، انھوں نے مجھے مسجد میں حضرت جی دفتر کے باہر بیٹھے ہوئے گارڈز کا رستہ دکھایا۔ میں ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہا کہ بیعت تو کل جمعے کے بعد ہی ہوگی۔ آج تو مشکل ہے۔ حضرت جی اب آرام کر رہے ہیں اور ملاقات کا وقت بھی ختم ہوگیا ہے۔ میں نے انھیں بتایا کہ جمعے کا ذکر کا پروگرام میرے شہر میں رکھا گیا ہے، مجھے کل صبح واپس جانا ہے اور اس کے انتظامات کرنے ہیں۔ انھوں نے کہا آپ نماز پڑھو اور اگر حضرت جی اس دوران تشریف لاتے ہیں تو بیعت کے لئے عرض کر لینا۔ مسجد میں نماز ادا کر کے بیٹھا تھا کہ حضرت جی تشریف لے آئے اور میں نے حضرت جی کی خدمت میں بیعت کیلئے عرض کی۔ حضرت جی نے فرمایا، نماز کے بعد۔ عصر کی نماز کے بعد حضرت جی نے مجھے دفتر میں بلایا اور اپنے ہاتھوں میں ہاتھ لے کر بیعت کرلیا اور خصوصی دعا دی۔ یہ سونے پہ سہاگے والی بات تھی کہ حضرت جی نے خصوصی شفقت بیعت کیا۔ مغرب کا ذکر حضرت جی نے خود کروایا اور تہجد کا ذکر بھی حضرت جی کے ساتھ مل گیا۔ دو سال سے لطائف کر رہا تھا اور حضرت جی کے ساتھ ملنے والے پہلے اور دوسرے ذکر کی لذت کی کیا بات تھی۔ میں فجر کے بعد دارالعرفان سے سرگودھا اور پھر پھالیہ پہنچا اور اللہ کے فضل وکرم سے، گھر سے تیار ہو کے انتظامات کے لئے وقت پہ پہنچ

گیا۔ ہمارا پروگرام بہت اچھا رہا۔ ہم نے ساتھیوں کو بیعت فارموں کے مطابق دعوت نامے بھیجے تو کچھ ساتھی ایسے تھے جن کا کسی سے رابطہ نہ تھا وہ بہت خوش ہوئے کہ ہمیں دعوت نامہ بھیجا گیا ہے اور تشریف لائے۔ اللہ کا احسان ہے، ہم اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ بیعت کے ایک ماہ بعد ہی میں سپیشل کلاس میں شامل ہو گیا اور اس طرح ساتھیوں کی خدمت کا موقع ملتا رہتا۔ لنگر مخدوم اور مرشد آباد، مشائخ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا رہا۔ صوبائی صدر کا دورہ رکھوایا اور پورے ضلع میں ہم نے ۱۵ کے قریب مقامات میں پروگرام کروائے۔ یہ سب پروگرام لوکل سطح کے تھے اور دن میں چار سے پانچ مقامات پہ جلسے ہوتے تھے۔ جن میں بار روم میں بھی ان کا خطاب تھا، چونکہ صوبائی صدر وکیل بھی تھے اور جب انھوں نے اردو کے ساتھ انگریزی میں ان کے ساتھ بات کی، اور بھرپور خطاب ہوا تو بار روم کے وکلاء نے تالیوں سے نہ صرف داد دی بلکہ انھوں نے کہا کہ اصل مسلمانی تو یہ ہے۔ وقتاً فوقتاً میجر غلام قادری صاحب کے اور دوسرے اصحاب کے پروگرام ہوتے رہے۔ اور اللہ کریم نے شرکت کی توفیق دی۔ ہمارے ضلع میں بھرپور پروگرام ہوئے اور ہم دیگر شہروں میں بھی جلسوں اور ذکر کے پروگراموں میں شرکت کے لئے جاتے رہے۔ فیصل آباد ریلی، لاہور موچی دروازہ، راولپنڈی تک کے تمام جلسوں میں شرکت کی۔ خیمہ بستی میں رمضان المبارک تمام ساتھیوں کے ساتھ گزارا۔ اور سانحہ اویسیہ سوسائٹی کے دوران بھی الحمد للہ اپنے تمام ضلع سے صرف میں ہی یہاں موجود تھا اور اللہ کریم نے اس نعمت سے نوازا کہ میرے جیسا نکما بندہ شامل تو ہوا۔ لاہور موچی دروازے سے واپسی پہ ایک ناقابل فراموش واقعہ ہوا۔ ایک بس کے اوپر تین لوگ بیٹھے ہوئے تھے، جن میں ایک ادھیڑ عمر کا شخص بھی تھا، ان کو درخت کا مضبوط تنا لگا۔ دو بندے تو بس سے نیچے گر گئے اور ایک اوپر ہی۔ رات کے ۲ بجے بس خالی سڑک پہ پوری رفتار سے جا رہی تھی۔

ڈرائیور یا کسی اور بندے کو پتہ نہ چلا۔ پیچھے سے ایک ٹرک والے نے بتایا کہ دو بندے پیچھے گرے پڑے ہیں۔ وہ تینوں بندے جو کہ بیعت بھی نہ تھے لیکن جب حضرت جی نے جلسے میں موت پہ بیعت لی تو وہ بھی سب کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اب بس واپس گئی، ان کو سول ہسپتال گوجرانوالہ لے کر گئے۔ ان لوگوں کی حالت بہت خراب تھی۔ یہاں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ موچی دروازے کے اسی جلسے میں حضرت جی نے فرمایا تھا کہ ہم خاموشی سے قبروں میں اترنے والے نہیں۔ کیونکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں میں سے کسی ادارے کے اہلکاروں نے ہمارے کچھ سیکورٹی والے ساتھیوں پہ فائرنگ کر دی تھی لیکن اللہ کے فضل و کرم سے وہ معمولی زخمی ہوئے۔ اب جبکہ، ڈاکٹرز نے کہا کہ ان کے بچنے کے امکان بہت کم ہیں آپ پھر بھی انہیں لاہور لے جائیں۔ بے قراری کی حالت میں، ہمارے ضلعی صدر نے حضرت جی سے رابطہ کیا تو ساری صورتحال سن کر حضرت جی نے فرمایا "مشکل آنی تھی اور وہ آ گئی لیکن کوئی جان سے نہیں جائے گا۔ اللہ کرم فرمائے" اب لاہور مریضوں کو لے کر پہنچے اور داخل کروا دیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے وہ لوگ آج بھی ٹھیک ہیں۔ زندگی اور موت صرف اللہ کے حکم کے سے ہے لیکن اللہ کریم نے ہمارے شیخ پہ خاص فضل و کرم فرمایا اور جیسا حضرت جی نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔ یہ سب اللہ کا خاص فضل و کرم ہے، ہم اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اپنے شہر میں الاخوان کے نمائندہ کے طور پہ جلسوں میں خطابات کا موقع بھی ملتا رہا اور لوگوں کو حضرت جی کا پیغام پہنچاتے رہے۔ جب بھائی عبدالقدیر اعوان کا بعثت سرور عالم ﷺ کے حوالے سے منڈی بہاؤالدین کا پروگرام ہوا تو تمام ساتھیوں نے خود ہی سٹیج سیکرٹری کیلئے میرا نام تجویز کیا۔ یہ سب اللہ کا احسان ہے۔ جبکہ میں سب سے کمزور ساتھی ہوں۔ دعوت و تبلیغ کے دوران دوستوں، رشتہ داروں اور بہت سے ملنے والوں نے بہت مخالفت بھی کی، مذاق بھی اڑایا، لیکن اللہ کا

احسان اور کرم کہ اپنے بندوں کے ساتھ جوڑ رکھا ہے اور اللہ کے نام لینے کے لئے جو محفلیں سجتی ہیں ان میں شرکت کا موقع مل جاتا ہے۔ بہت سے لوگوں سے بحث بھی ہوتی ہے اور تبادلہ خیال بھی، اور میں اسی نتیجے پہ پہنچا ہوں کہ جس طرح حضرت جی مدظلہ العالی تربیت فرما رہے ہیں، ویسا اللہ کریم کسی اور سے کام نہیں لیے رہے۔ یہ صلاحیتیں صرف حضرت جی کو اللہ کریم نے عطا کی ہیں۔ تمام کمزوری اور کوتاہی ہم میں ہے۔ اللہ کریم ہمیں معاف فرمائیں۔ میری مفتیان کرام، علماء کرام، سیاسی لوگوں، فوجیوں اور دیگر مکاتب فکر کے لوگوں سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ جو انداز اور جو صلاحیتیں اللہ کریم نے حضرت جی کو دور حاضر میں عطا کی ہیں وہ کسی میں نہیں۔ علماء بہت سوچ و بچار کرنے کے باوجود جب اس مسئلے کا کوئی حل نہیں پاتے تو وہ آ کے جب رہنمائی کے طالب ہوتے ہیں تو وہی مسئلہ حضرت جی اکثر اوقات ایک سادہ سے فقرے میں واضح کر دیتے ہیں۔ ہر بندہ اپنی بساط کے مطابق سوال کرتا ہے اور اس کو انتہائی سادہ، سہل اور مختصر انداز میں جواب مل جاتا ہے۔ یہ سب میرے رب کا خاص کرم ہے، میرے شیخ المکرم پر۔

بعد ازاں میں پھالیہ سے کاروباری سلسلے میں لاہور شفٹ ہو گیا۔ یہاں آنے کے بعد، جب کہ میرے معاشی حالات بہت خراب تھے تو میں نے ایک صاحب مجاز سے دعا کے لئے عرض کیا تو انہوں نے مجھے جمع کے صیغے کا ایک وظیفہ پڑھنے کی تلقین کی اور نماز حاجت ہر عشاء یا مغرب کے بعد پڑھنے کا کہا۔ دوسرے دن حضرت جی خواب میں ملے اور میں نے حضرت جی کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے اس طرح یہ وظیفہ شروع کیا تو حضرت جی نے اس کو واحد کے صیغے کے ساتھ پڑھنے کی تلقین کی۔ میں نے انھی صاحب مجاز سے پوچھا تو انھوں نے بھی کہا کہ حضرت جی نے جو فرمایا ہے وہ پڑھو۔ پھر میں نے حضرت جی سے ای میل پہ پوچھ بھی لیا۔ اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت جی ہم سب ساتھیوں کا کتنا خیال رکھتے ہیں۔ یہ معاملات منجانب اللہ شیخ کے قلب سے چل رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کریم حضرت جی کے درجات اور بلند فرمائیں اور ہمیں سلسلہ عالیہ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ حضرت جی کے مشن کو آگے لے کے چل سکیں۔ کیا کبھی ہم نے سوچا تھا کہ ہم تبع تابعین کی صف میں شامل ہو جائیں گے۔ حضرت جی جیسا صاحب علم و دانش، صاحب ہنر، ناظم، امیر، مجاہد، صوفی، مفسر، شاعر، مجتہد، مقرر، صاحب درد اور صاحب منصب تابعی کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ اکثر یہ سوچتا ہوں کہ اگر میں حضرت جی سے کچھ سیکھ نہ سکا تو یہ میری بہت بڑی سستی، ناکامی اور نالائقی ہوگی۔ میں حضرت جی کے ساتھ مختلف موقعوں پہ موجود رہا ہوں، جو کچھ ہم حضرت جی سے سیکھ سکے ہیں وہ اس کا کوئی جواب نہیں اور جو سوچ ہمیں حضرت جی سے ملی ہے وہ کسی سے نہیں ملی۔ بھائی عبدالقدیر نے بہت جامع بات کی کہ زندگی کا کونسا شعبہ ہے جس میں حضرت جی ہماری رہنمائی نہیں کرتے۔ ذکر کی برکات ایسی ہیں کہ مجھے دین کا مزید مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور میں الحمد للہ نہ صرف مطالعہ کرتا ہوں بلکہ ساتھیوں سے بھی تذکرہ کرتا رہتا ہوں جس سے وہ دوسروں تک بھی پہنچ جاتی ہیں۔ الحمد للہ شام کا اجتماعی ذکر، صاحب مجاز حضرات کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اور اس طرح میرے جیسے نکمے، ناکارہ لوگ بھی اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں۔ جبکہ میرے جیسا سست اور نکما کوئی بھی نہیں ہے۔ ساتھی بفضل اللہ بہت محنت سے اسلام کی بہت خدمت کر رہے ہیں۔

ابھی بہت سی باتیں ہیں جو کہ بہت سی وجوہات کی بناء پہ میں تحریر نہیں کر رہا۔ اللہ کریم، حضرت جی، صاحب مجاز حضرات اور دیگر بزرگ حضرات کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور مجھے اسلام اور بالخصوص سلسلہ عالیہ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کریم مجھے غزوۃ الہند میں شریک ہو کر جام شہادت نوش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اکرم التفاسیر

پارہ: 10
سورۃ التوبہ
آیات 83 تا 85

شیخ المکرم حضرت
امیر محمد اکرم اعوان
مدظلہ العالی

آعوذ باللہ میں الشطین الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام سارے کا سارا اول و آخر حضور اکرم ﷺ کی پیروی اور اتباع کا نام ہے۔ عہد حاضرہ کی ایک گمراہی وبا کی صورت اختیار کر چکی ہے کہ لوگ اپنی عربی دانی، صرف ونحو اور علم کلام کے زور پر قرآن حکیم سے مختلف معانی اور مختلف مطالب حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔ جو معنی و مطلب حضور ﷺ کی تائید کے علاوہ ہوگا وہ قرآن کا مفہوم نہیں ہوگا وہ گمراہی ہوگی۔ قرآن کریم کا اصل مفہوم اور بنیادی تفسیر حضور اکرم ﷺ کا عمل ہے یعنی کون سی آیت کب نازل ہوئی اور اس پر حضور اکرم ﷺ نے کیا عمل فرمایا۔ قرآن فہمی کا دوسرا ذریعہ ارشادات نبوی ہیں۔ حدیث پاک کیا ہے؟ ساری قرآن کی تفسیر ہے۔ حیات مبارکہ قرآن کی تفسیر ہے، ارشاد عالیہ قرآن کی تفسیر ہیں۔ اب کوئی معنی سنت کے خلاف یا حدیث کے خلاف اخذ کیا جائے گا تو وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ یہ معاملہ کتنا نازک ہے اس کا اندازہ اس بات سے کر لیجئے کہ اللہ کریم نے اپنی وسیع تر رحمت سے ایک بہت بڑا دروازہ توبہ کا کھول دیا ہے۔ کفر و شرک سے بھی توبہ کی جاسکتی ہے، گناہ و خطا سے بھی توبہ کی جاسکتی ہے۔ کوئی کتنا خطا کار ہو، کوئی کتنا بدعقیدہ ہو جب بھی خلوص دل سے یہ چاہے کہ اللہ جو میں نے کیا غلط تھا آئندہ میں وہ نہیں کروں گا۔ میں تیری بارگاہ میں تائب ہوتا ہوں تو فرمایا اَلتَّـائِبُ مِنَ الذَّنبِ كَمَنْ لَّاذَنبَ لَهٗ۔ (ابن ماجہ) او کما قال رسول ﷺ فرمایا گیا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں ۔یعنی بندے کے گناہ اس طرح معاف کردیئے جاتے ہیں۔ لیکن دنیاوی مفاد کے لئے حضور اکرم ﷺ کی مخالفت کرنا، ذاتی مفاد کے لئے حضور اکرم ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرنا، جان بوجھ کر حضور ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرنا ایسا جرم ہے کہ توفیق توبہ بھی سلب ہو جاتی ہے۔ اللہ کریم توبہ بھی قبول نہیں فرماتے۔

قبل از اسلام عہد جہالت میں بھی جو حرمت والے چار مہینے ہیں مشرکین بھی ان کا احترام کرتے تھے اور ان میں کسی کو لوٹتے نہیں تھے، لڑتے جھگڑتے نہیں تھے۔ لوگ آرام سے ان مہینوں میں سفر کرتے تھے کہ یہ مہینے تو امن کے ہیں۔ کافر بھی ان مہینوں کا لحاظ کرتے تھے۔ آج کلمہ گو، حرمت والے مہینوں کو تو چھوڑیئے سب سے بابرکت مہینے رمضان شریف میں بھی دکاندار لوٹ مار کر رہا ہے۔ ٹرانسپورٹر لوٹ رہا ہے، دفتر والے رشوت لے رہے ہیں، لوگوں کا قتل عام ہو رہا ہے، لوٹ مار کا بازار گرم ہے یا جتنا جس کا بس چلتا ہے اتنا ہر کوئی اس میں ملوث ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ جب ہم نے بالا رادہ حضور ﷺ کے احکام کی پیروی چھوڑ دی تو ہمارے دل سیاہ ہو گئے اور ہمارے پاس توبہ کا موقع بھی ختم ہو گیا۔ مردم شماری میں تو ہم سب مسلمان ہیں آنکھ بند ہوگی تو پتہ چلے گا کہ کون کتنا مسلمان ہے۔ یہاں تو ہر ایک اللہ کو ماننے کا اور اسلام کا دعویدار ہے لیکن کردار یہ بتاتا ہے کہ ان لوگوں سے اسلام کا دامن چھوٹ چکا ہے۔ اب جو لوگ غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے، انہوں نے دوسروں سے بھی کہا تھا کہ اتنی سخت گرمی میں مت نکلو، پچھلے سال کھجوروں کی فصل نہیں ہوئی تھی۔ اس سال

مصروفیت بھی ہے، کھجوریں بہت زیادہ لگی ہیں، فصل بھی تیار ہے، سفر بہت لمبا ہے، مقابلہ بہت سخت ہے کہ قیصر کے ساتھ مقابلہ ہے جو دنیا کی سپر پاور ہے۔ اس وقت تک دو ہی سپر پاورز تھیں، فارس اور قیصر کسریٰ اور قیصر کے ساتھ مقابلہ ہے تو نہ جانا ہی بہتر ہے۔ اللہ کی شان حضور ﷺ تبوک میں تشریف لے گئے چونکہ قیصر کا ارادہ اسلامی ریاست پر حملہ کرنے کا تھا۔ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ ریاست کے اندر میدان جنگ بنانے کی بجائے ہم ریاست کے بارڈر پر جا کر لڑیں گے اور سینکڑوں میل کا سفر کر کے حضور ﷺ انتہائی گرمی میں تشریف لے گئے۔ چند مخلص مسلمان پیچھے رہ گئے جو تعداد میں کل چار تھے اور جنہوں نے واپسی پر عذر بھی نہیں کیا صاف بات کی کہ حضور ﷺ ہم سے غلطی ہوگئی، سستی ہوگئی اس کی وجہ سے رہ گئے۔ ان کی توبہ بھی اللہ نے قبول فرمائی انہوں نے کوئی بہانہ نہیں کیا۔ منافقین خود بھی رہ گئے اور دوسروں کو بھی روکتے رہے کہ اس گرمی میں مت نکلو۔ اب وہ جنگ بھی نہیں ہوئی۔ قیصر آیا ہی نہیں، بھاگ گیا، اللہ نے اس پر ایسا رعب طاری کر دیا۔ حضور ﷺ وہاں قیام فرما کر واپس تشریف لے آئے۔ ارشاد باری ہے کہ اگر اللہ آپ کو ان کے کسی گروہ کے پاس خیریت سے واپس لائے تو پھر یہ کمربستہ ہو جائیں گے کہ خیر ہے ایسی تو کوئی بات نہیں، حضور ﷺ ساتھ ہوں تو خیریت ہوتی ہے۔ پھر یہ بڑا زور لگائیں گے کہ حضور ﷺ جب بھی جہاد کا وقت آئے آپ ﷺ ہمیں حکم دے کر دیکھئے بس ہم سے وہ کوتاہی ہوگئی، ہم بالکل تیار ہیں فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ یہ آپ سے بڑی اجازت چاہیں گے کہ ہمیں بھی جہاد کا موقع دیجئے اب ہم آپ کے ہم رکاب جائیں گے۔ فرمایا فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا آپ ﷺ فرما دیجئے اب زندگی میں کبھی بھی تم میرے ساتھ مت نکلو اور زندگی میں کبھی بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دشمن کے ساتھ جہاد مت کرو۔ اب کوئی فائدہ نہیں، اب تمہاری ضرورت باقی نہیں رہی۔ ان کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ ہم خادم ہیں، ہم ساتھ جائیں گے، کیا یہ توبہ نہیں تھی کہ ہم نہیں گئے، غلطی کی، آئندہ جب بھی آپ ﷺ تشریف لے جائیں گے جہاں میں جہاد ہوگا ہم حاضر ہیں ہمیں حکم دیجئے۔ اللہ کریم نے جواب دیا۔ سوال وہ کر رہے ہیں نبی کریم ﷺ سے اور جواب عطا ہو رہا ہے اللہ کریم کی طرف سے کہ میرے حبیب ﷺ انہیں فرما دیجئے لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا تم اب کی بات کرتے ہو، تم جب تک زندہ ہو کبھی بھی میرے ساتھ مت نکلو وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا اور میرے ساتھ مل کر کبھی اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد مت کرو تمہاری ضرورت باقی نہیں رہی۔ یعنی جان بوجھ کر، عمداً بالارادہ، ذاتی آرام کے لئے یا ذاتی مفاد کے لئے یا دنیا کے فائدے کے لئے نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کرنا ایسا ہی جرم ہے کہ ایسے بندے کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی اور وہ ہمیشہ کے لئے مردود ہو جاتا ہے، رد ہو جاتا ہے، شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ جب میں نے پہلی دفعہ حکم دیا تھا تو تم پیچھے بیٹھ رہنے پہ راضی ہو گئے اور تم نے اپنے لئے جہاد پر نہ جانا پسند کر لیا میرے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی جان بچانے کے لئے، اپنا مال بچانے کے لئے یا اپنی فصل بچانے کے لئے دنیاوی فائدے کے لئے اطاعت پیمبر ﷺ کو چھوڑا اور اُس طرف چلے گئے۔ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۔ تم ہمیشہ کے لئے پیچھے رہ گئے اور اب پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھو۔ اب تمہیں کبھی یہ سعادت نصیب نہیں ہوگی۔

میرا خیال ہے اگر ہم غور کریں تو جو لوگ رمضان المبارک میں بھی ظلم کر رہے ہیں، میری دانست میں یہ لوگ پیچھے رہ جانے والے ہیں۔ کیا فرق پڑتا ہے رمضان المبارک میں اگر ریٹ بڑھانے کی بجائے کم کر دیں۔ ایک شخص دس کی چیز لاتا ہے، بارہ کی بیچتا ہے۔ رمضان میں وہ اٹھارہ کی کر دیتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ رمضان میں، ایک مہینہ، دس کی لایا ہے دس ہی بیچ دیتا کیا فرق پڑتا۔ اس کے پلے سے تو کچھ نہیں جا رہا تھا اس کے اپنے پیسے تو پورے ہو جاتے اور دو روپے

منافع جو فالتو اس نے لینے تھے وہ چھوڑ دیتا تو اس سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی، برکات حاصل ہوتیں۔ اس کے دس روپے میں اللہ بڑی برکت ڈال دیتا، اسے کھانا نصیب ہوتا، اسے استعمال کرنا نصیب ہوتا۔ وہ بڑا بے نیاز ہے لوٹ کر لوگ کروڑوں جمع کرتے ہیں تو وہ کھانے پینے پہ بھی پابندی لگا دیتا ہے، اس کے استعمال پہ پابندی لگا دیتا ہے حسرت سے دیکھتے رہتے ہیں اور چھوڑ کر مر جاتے ہیں۔ تو یہ معمولی جرم نہیں ہے کہ بالا رادہ اتباع نبوت چھوڑ دیا جائے۔ اب چلو، تو جہاد پر نہیں گئے۔ اب ہم جو سارا دن اپنے دنیاوی کام کرتے رہتے ہیں اور فرائض چھوڑ دیتے ہیں، عبادات کے چند سجدے نہیں کرتے اس کی ہمیں فرصت نہیں ہوتی اور بڑی عجیب بات ہے اولیت دنیا کے کام کو ہوتی ہے۔ جب فرصت ملے تو کوئی خوش نصیب ہے وہ سجدہ کر لے ورنہ کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ کے ساتھ جہاد پر نہ جانا جرم تھا تو حضور ﷺ کے اتباع میں فرائض ادا نہ کرنا کیا جرم نہیں ہے؟ یہ قانون تو حضور ﷺ کی ایک ایک ادا پر لاگو ہو جائے گا کہ جو جان بوجھ کر یا دنیا کے لالچ میں حضور ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرے گا، وہ یہ جرم ہے کہ اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوگی۔ انہوں نے توبہ نہ کی اور توبہ کیا کرتے، انہوں نے کہا جی آپ حکم دیں اب جہاں بھی جہاد ہوگا ہم پہلے حاضر ہوں گے تو فرمایا نہیں اللہ کریم نے منع فرما دیا اب تمہاری ضرورت نہیں۔ تم نے جب ایک دفعہ اپنے لئے مخالفت رسول ﷺ کو پسند کر لیا تو اب تم مخالف ہی رہو، بیٹھے رہو اور دیکھو اللہ کیسا قادر ہے کہ تمہارے بغیر بھی اپنے نبی ﷺ کی نصرت فرماتا ہے اور اسے فاتح فرماتا ہے اور اسے قوت دیتا ہے۔ فتح اور شکست تو اللہ کے دست قدرت میں ہے۔

سو میرے بھائی تمہیں اپنی زندگیوں میں اس نظر سے جھانکنا ہوگا کہ میرے کردار، میرے عمل، میری سوچ، میری فکر میں کیا اتباع رسالت ﷺ کی اہمیت زیادہ ہے یا میرے ذاتی کام کی یا میرے ذاتی آرام اور میری ذاتی منفعت کی؟ ہمیں سوچنا ہوگا۔ اگر کوئی ذاتی مفاد کو اتباع رسالت ﷺ پر ترجیح دے گا تو یہ وہ جرم ہے کہ جو جرم تو ہو جاتا ہے لیکن اس کی تلافی نہیں ہوتی اس کے لئے اللہ نے توبہ کا دروازہ بھی نہیں رکھا بار الہا لوگ تیری ذات کے ساتھ شریک بنا لیتے ہیں، پتھروں کو تیرا شریک بنا لیتے ہیں، فرضی ناموں سے دیوتاؤں کو تیرا شریک بنا دیتے ہیں، تیری مخلوق کو تیرا شریک بنا لیتے ہیں، تیری ذات کا انکار کرتے ہیں اور کفر کرتے ہیں، تو تیری اطاعت نہیں کرتے پھر بھی ان کے لئے تو تو نے توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا، وہ جب توبہ کرتے ہیں تو قبول فرما لیتا ہے وہ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ یہاں جس نے نبی کریم ﷺ کی ذات پر اپنے مفادات، اپنے آرام، اپنے مال و دولت کو ترجیح دی اس پر اتنا سخت قانون لاگو کر دیا کہ تو نے اس پر توبہ کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ یہ معاملہ ہی اتنا نازک تھا۔ جو اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اللہ انہیں گھر گھر بتانے نہیں آتا، انہیں قدرت کے آثار سے اور قدرت کی صناعی سے اور کائنات سے اس کی قدرت کا احساس کرنا ہوتا ہے، اندازہ کرنا ہوتا ہے۔ کبھی نہیں بھی کر سکتے لیکن جب وہی اللہ ایک ہستی کو منتخب کر کے اتنی عظمت بخشے کہ بعثت سے لے کر قیامت تک آنے والی ساری مخلوق کو تو نے میرا پیغام پہنچانا ہے، ذاتی طور پر پہنچانا ہے اور انہیں کہنا ہے کہ اللہ یہ فرما رہا ہے تو پھر جب کوئی بندہ اس حکم کو رد کرتا ہے تو گستاخ رسول تو ہوا ہی ہوا، کیا اس اللہ کی بارگاہ کا گستاخ نہیں ہوتا جس نے اپنے رسول ﷺ کو ان عظمتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا اور یہ دو ٹکے کا آدمی اس کی بات نہیں سمجھتا۔ پھر اس کا کوئی حق باقی بچ جاتا ہے کہ پھر اسے معاف کیا جائے اور اس سے درگزر کیا جائے۔ اللہ نے جو کیا وہی انصاف ہے۔ ہم ایک عام آدمی ہیں عاجز مخلوق ہیں ہمارا کچھ اختیار نہیں۔ بیٹھے بیٹھے دم نکل جائے، نکل سکتا ہے، بیٹھے بیٹھے بیمار ہو جاتے ہیں، امارت سے غربت آ جائے، آ سکتی ہے۔ کوئی غائبانہ ہماری مخالفت کرتا ہے ہم پرواہ نہیں کرتے لیکن کسی کے پاس ہم اپنے بھائی کو، بیٹے کو؟ اپنے دوست کو، عزیز کو، اپنے بہت قریبی بندے کو بطور نمائندہ بھیجیں کہ یہ بات اس

طرح صحیح ہے اور وہ کہے مجھے تمہاری پرواہ نہیں تو کیا ہوگا۔ ہمارے پاس اس کی معافی کا کوئی تصور ہے؟ تو وہ تو رب جلیل ہے، مالک کائنات ہے اس نے اپنا نبی ﷺ قاصد بنا کر بھیجا ہے۔ ماؤشما انکار کردیں اور کہیں ہم سے یہ نہیں ہوسکتا۔ کتنی بڑی گستاخی ہے اور کس بارگاہ کی گستاخی ہے۔ سب پیچھے رہ جانے والوں کے بارے پہلے سے ارشاد فرمادیا جب آپ ﷺ ان کے پاس پہنچیں گے فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ بھاگ کر آئیں گے کہ جناب آپ حکم دیں ہم حاضر ہیں جہاں جہاد ہو ہم جائیں گے، اپنی جانیں قربان کردیں گے فَقُلْ اے میرے حبیب ﷺ آپ فرمادیجئے لَنْ تَخْرُجُوْا اب تمہارا وقت نکل چکا اب تمہارے جہاد کی ضرورت نہیں، تم میرے ساتھ مت آؤ وَلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا تم میرے ساتھ مل کر دشمنوں کے ساتھ جہاد بالکل نہ کرو اس لئے اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ جب پہلے تمہیں حکم دیا گیا تھا تو تم نے میری اطاعت کی بجائے پیچھے رہنے کو ترجیح دی تم نے پیچھے رہنا چن لیا فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ اب زندگی بھر پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ ہی رہو۔

ہم ان احکام کا اطلاق دوسروں پر تو بڑے جوش وخروش سے کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ قرآن ہر فرد کو ذاتی طور پر مخاطب کرتا ہے۔ مجھے اپنی ذات کا جائزہ لینا چاہیے اور آپ کو اپنی ذات کا کہ کہیں ہم سے یہ جرم سرزد تو نہیں ہو رہا۔ کہیں جب ہم پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے تو ہم یہ تو نہیں سوچتے کہ چھوڑو، کون دیتا رہے۔ کہیں ہم اپنے سرمائے پر سود تو نہیں کھا رہے۔ کہیں ہمارے کاروبار اور دنیاوی مصروفیات نے ہم سے ایسا عبادات اور سجدے سے چھڑا تو نہیں دیئے؟ اگر کوئی جان بوجھ کر ایسا کرے گا، سستی سے رہ جائے گا تو توبہ قبول ہوجائے گی۔ غلطی ہوجائے گی توبہ قبول ہوجائے گی لیکن کوئی جان بوجھ کر کہے گا مجھے ایسا ہی کرنا ہے اس سے توبہ کی توفیق بھی سلب ہوجائے گی پھر یہاں ہی سزا بس نہیں فرمائی۔ حضور رحمت اللعالمین تھے، کوئی کچھ بھی کرتا حضور ﷺ اس کے ساتھ رحمت کا برتاؤ کرتے۔ عبداللہ ابن ابی نے بے شمار گستاخیاں کیں اور بے حد مخالفت کی بلکہ بدر کا سبب اس کی سازشیں بنیں اور اس نے مشرکین مکہ کو جا کر بڑا ابھارا کہ بھئی تم سمجھے کہ وہ لوگ مدینہ چلے گئے، ختم ہوگئے۔ انہوں نے تو وہاں مواخات کرلی ہے، زراعت کررہے ہیں کاروبار کررہے ہیں، تجارت کررہے ہیں تو وہ پھل پھول جائیں گے اور تمہارے لئے مصیبت بن جائے گی، باہر نکلو۔ پھر احد کے لئے اس نے مکہ والوں کی اتنی مدد کی کہ اس نے کہا میں سارے قبائل میں جاؤں گا غزوۂ خندق کیلئے پورے عرب کا دورہ اس نے کیا اور مختلف قبائل کو اس نے مشرکین مکہ کے ساتھ آنے پر آمادہ کیا۔ اُحد کے دن اپنے 300 ساتھیوں کے ساتھ عین اس وقت جب حضور ﷺ اُحد میں پہنچے تو چھوڑ کر الگ ہوگیا اور چلا گیا، بھاگ گیا۔ بہت گستاخیاں کیں لیکن جب وہ مرا تو نبی کریم ﷺ نے اس کے کفن کیلئے اپنا کرتا مبارک عطا کردیا۔ سیدنا فاروق اعظم نے دامن رحمت کو تھاما کہ یارسول اللہ ﷺ اتنا کرم اس پر نہ کیجئے نہ اس کا جنازہ پڑھیے نہ اس کی قبر پر جائیے لیکن آپ رحمۃ اللعالمین تھے۔ فیصلہ تو اللہ نے کرنا ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا نہ صرف یہ کہ ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اے میرے حبیب ﷺ! آج کے بعد ان میں سے کوئی بھی مرجائے آپ اس پر جنازے کی نماز نہیں پڑھیں گے، آپ اس کیلئے دعا نہیں فرمائیں گے۔ آپ اس پر کرم نہیں فرمائیں گے۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ان کی قبر پر بھی آپ تشریف نہیں لے جائیں گے۔ اب ہمارا ایک مسئلہ تو یہ بھی بن گیا ہے کہ ہمارے اہل علم کا ایک طبقہ اس قبر کا جو زمین میں ہم کھود کر بناتے ہیں انکار ہی کردیتا ہے کہ اس میں سوال جواب نہیں ہوتے، عذاب ثواب نہیں ہوتا بلکہ وہ قبر جس میں عذاب ثواب ہوتا ہے وہ ثواب والی قبر علّیین میں ہے اور عذاب والی سجّین میں ہے علّیین یا سجّین میں عذاب ثواب ہوتا ہے اس قبر کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ آیت اس مسئلہ کو بھی واضح کررہی ہے کہ کیا حضور علّیین یا سجّین میں تشریف لے جا کر ان کی قبروں پر جاتے تھے یا یہی قبر تھی جو مٹی میں کھودی جاتی ہے اور جس میں میت رکھ کر ڈھیری بنائی جاتی ہے۔ اتنی صاف اور واضح بات ہے۔ تو فرمایا آپ ان کی قبر پر بھی تشریف نہ لے جائیے۔ ورنہ تو جو مسلمان فوت ہوتا حضور ﷺ اپنی

حیات مبارکہ میں اس کا جنازہ پڑھاتے اس کی قبر پر تشریف لے جاتے دُعا فرماتے اور اپنے سامنے دفن کرواتے فرمایا منافقین کو یہ حق حاصل نہیں ہے جنہوں نے آپ ﷺ کا اتباع ذاتی آرام یا دنیاوی فائدے کیلئے چھوڑ دیا ہے ان کو یہ سعادت نصیب نہیں۔ سو یہ مسئلہ بھی یہاں صاف ہوجاتا ہے کہ قبر سے مراد یہی گڑھا ہے جو زمین میں کھودا جاتا ہے منکر نکیر کا سوال وجواب اسی میں ہوتا ہے اور ثواب وعذاب بھی اسی میں ہوتا ہے اور حضور ﷺ کا جو ارشاد ہے اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ (مشکوٰۃ ص 458) کہ قبر یا جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے وہ یہی قبر مراد ہے اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَ ھُمْ فٰسِقُوْنَ (سورۃ توبہ 84) انہوں نے کفر کیا، عظمت الٰہی کا انکار کیا، اللہ کے رسول کا انکار کیا اور اسی پر مر گئے اس حال میں کہ وہ نافرمان تھے۔ نافرمانی کی حالت میں ان کی موت واقع ہوگئی۔ اب ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی نافرمانی کتنا بڑا جرم ہے۔ عظمت الٰہی کا اندازہ کیجئے جو ساری کائنات کا خالق اور واحد مالک اور حکمران ہے۔ ہر ذرے کو، زندگی کو وجود وہی ایک ذات فراہم کررہی ہے۔ پھر اس کے انبیاء کی عظمت کا اندازہ کیجئے پھر اس رسول ﷺ کی عظمت کا اندازہ فرمایئے جو تمام نبیوں کا بھی امام اور تمام مخلوق اور اللہ کے درمیان واحد واسطہ وذریعہ ہے ذرا سوچیے اللہ کا پیغام لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لے کر آئیں اور میں اور آپ کہیں جی ہمیں فرصت نہیں ہے تو پھر نتیجہ کیا ہوگا؟

اب رہی ایک اور بات کہ یہ اتنے نافرمان ہیں، انہوں نے جرم کیا، اللہ کی نافرمانی کی، اللہ کے حبیب ﷺ نافرمانی کی لیکن دنیا میں تو یہ مزے کررہے ہیں کہ ان کے پاس حکومتیں بھی ہیں، اولاد بھی ہے، عیش کررہے ہیں فرمایا وَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَاَوْلَادُھُمْ اے مخاطب! ان کی مال ودولت اور ان کی اولادیں تجھے حیران نہ کریں۔ کوئی عجیب بات نہیں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الدُّنْیَا ان کا مال اور ان کی اولاد بھی ان کے لئے اللہ نے عذاب بنادی ہے۔ انہیں وہی دولت بصورت عذاب چمٹ جاتی ہے اور وہی ان کی رسوائی کا سبب بن جاتی ہے ان کی ذلت کا سبب بن جاتی ہے اسی کو روتے ان کی عمر بسر ہوجاتی ہے اور ان کی اولاد جو میں انہیں دیتا ہوں وہ اس سے بڑھ کر ان کے لئے عذاب الٰہی کا سبب بن جاتی ہے اور انہیں رسوا کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ یہ مال اور اولاد سے خوشحال نہیں ہیں بلکہ ان کے مال بھی ان کے لئے مصیبت ہیں۔ اور ان کی اولاد بھی ان کے لئے باعث ذلت اور رسوائی ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الدُّنْیَا لیکن اللہ یہ چاہتے ہیں کہ جن چیزوں سے لوگوں کو سکھ ملتا ہے یعنی اولاد اور مال، ان کو اسی مال اور اولاد سے عذاب دیا جائے۔ جو چیزیں دنیا میں عزت اور آرام کا سبب ہیں، ان کے لئے ذلت اور رسوائی اور دکھ کا سبب بن جاتی ہیں۔ اللہ انہیں مال اور اولاد دے کر ان کے لئے پریشانی کا سبب بنا دیتا ہے اور یہ بھی ان کے لئے کڑھتے کڑھتے مرجاتے ہیں۔ یہ عذاب دنیا میں بھگتے رہتے ہیں وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کٰفِرُوْنَ۔ سب سے بڑی سزا تو انہیں یہ ہے کہ انہیں توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ توبہ کی توفیق سلب ہوچکی ہوتی ہے۔ یہ اس طرح زندگی پوری کرجاتے ہیں اور کفر ہی میں مرجاتے ہیں۔ انہیں پھر توفیق اطاعت ہوتی ہی نہیں۔ تو میرے بھائی! اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کے سوا زندگی کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ ہر راستہ عذاب الٰہی کی طرف جاتا ہے۔ بندے کو اپنے آپ کے ساتھ کوئی تو نیکی کرنی چاہیے، اپنے آپ پر تو رحم کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو تو اللہ کے غضب اور نافرمانی سے بچانا چاہیے۔

اللہ پاک سمجھ بھی دے شعور بھی دے، اور توفیق بھی دے اور ہمیں اطاعت شعار بندوں کے ساتھ رکھے اور نافرمانی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

واخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

جہاد فی سبیل اللہ

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب

لغت میں جہاد کا لفظ جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے اُن میں بڑی وسعت ہے۔ دفعِ مضرت، جلبت منفعت اور حصولِ مقصد کے لئے انتہائی اور انتھک کوشش کرنے کا نام جہاد ہے۔ جب لفظ جہاد کے ساتھ فی سبیل اللہ کا اضافہ کر دیا جاتا ہے تو اس کا مفہوم ایک مخصوص دائرے میں سمٹ کے آجاتا ہے۔ گو بظاہر یہ مفہوم محدود معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت پر غور کیا جائے تو ان الفاظ کے بڑھ جانے سے جہاد کے مفہوم میں اور بھی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم یہ ہے کہ خالق کائنات جو رب العالمین ہے اس کے قانون کی بالادستی، نفاذ اور ترویج کے لئے محض اس کی رضا کے لئے انتہائی اور انتھک کوشش کرنا تاکہ پوری انسانیت کو جور و جفا، ظلم و تعدی سے ہر طرح نجات ملے اور امن و سکون اور عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے کے مواقع عام ہو جائیں۔ اس کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

حالات کے اختلاف کی وجہ سے اس کوشش کی صورتیں بدلتی رہتی ہیں اور ایسا ہونا چاہیے۔ کہیں یہ جہاد قلمی ہوتا ہے کبھی ذہنی، کبھی مالی اور کبھی جانی۔ غرض باطل جو چال چلے اس کا توڑ اسی قسم کے ہتھیار سے کیا جائے۔ اور جب باطل میدانِ کارزار میں حق کو مٹانے کے لئے آخری بازی لگائے تو اس وقت حق کی خاطر جان پیش کر دینے کو قتال فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ صورت جہاد کی آخری صورت ہے اس لئے بالعموم جہاد فی سبیل اللہ کہہ کر قتال فی سبیل اللہ مراد لی جاتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر فرد اور ہر قوم اور ہر ملک اپنے خیال کے مطابق دفع مضرت اور جلب منفعت کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتا ہے اور ہر ایک کے سامنے ایک مقصد بھی ہوتا ہے اور وہ اس کے حصول کے لئے ہر مخالف طاقت سے برسرِ پیکار رہتا ہے تو جنگ اور جہاد فی سبیل اللہ میں فرق کیا ہوا۔ فرق ظاہر ہے، جنگ اپنی ذات، اپنی طاقت منوانے اور اپنا غلبہ حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس میں دوسروں کے نفع نقصان کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا جب ہی تو کہا جاتا ہے کہ Everything is fair in love and war۔ مگر جہاد فی سبیل اللہ دُکھی اور مظلوم انسانیت کو ظلم و جور کے چنگل سے چھڑا کر امن و انصاف کی فضا میں سانس لینے کے مواقع فراہم کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ بقول عارف ؎

اک اُٹھا کشور کشائی کے لئے
اک اُٹھا حق کی صفائی کے لئے
جنگ میں القصہ سب دنیا ہے غرق
ہر سکندر اور موسیٰؑ میں ہے فرق

جبھی تو رب کریم نے ایک عظیم ذمہ داری سونپتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِ جَتْ لِلنَّاسِ

یعنی تم ایک بہترین امت ہو کیونکہ تمہیں دوسروں کے لئے جینا ہے جبکہ دوسرے لوگ اپنے لئے جیتے ہیں۔ سمجھ میں کچھ یوں آتا ہے کہ دوسروں کے لئے جینے کی کوشش کا نام ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس کی تفسیر کسی نے خوب کی ہے ؎

شمع کی طرح جئیں بزم گہہ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

مگر یہ دوسروں کے لئے جینا اور پھر وہ بھی مادہ پرستی کے اس سیلاب میں، یہ بڑا ہی کٹھن کام ہے

ہر موج طوفاں خیز ہے ۔۔۔ دھارا بڑا ہی تیز ہے
ہر زندگی استیز ہے
یا بیٹھ ہاتھ پاؤں توڑ کر ۔۔۔ یا تیر اس کے درمیان

لیکن اس کٹھن کام کو آسان بنانے کی ترکیب اسی نے بتا دی جس نے دوسروں کے لئے جینے کا حکم دے کر جہاد فی سبیل اللہ کا سبق پڑھایا۔ وہ ترکیب یہ ہے کہ اول تو دل دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کیونکہ ایمان میں وہ قوت ہے کہ پہاڑ اس کی راہ کی گرد اور سمندر اس کے لئے پایاب ہو جاتے ہیں۔ ذرا جہاد فی سبیل اللہ کی تاریخ پر نگاہ ڈالئے، بدر، اُحد، خندق، فتح مکہ، یر

موک، قادسیہ، نہاوند، غرض کہاں تک شمار کروں۔ ان تمام معرکوں میں کیا مجاہدین کے پاس اسلحہ بہتر اور وافر تھا؟ کیا سامان رسد کی فراوانی تھی؟ کیا رسل ورسائل کا نظام معیاری تھا؟ کیا افرادی قوت زیادہ تھی؟ کچھ بھی نہیں تھا تو پھر کیا تھا۔ آپ کہیں گے کہ یہ صرف ان کا مورال تھا۔ ہاں ہاں بس اسی مورال کا اسلامی نام ایمان ہے۔ ایسا نہیں، بلکہ مورال میں پھر ایک کمی ہے۔ خدا نا آشنا سپاہ کا مورال مصنوعی ہوتا ہے کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ ملنا ہے اسی زندگی میں ملنا ہے میرے پیچھے کچھ نہیں۔ مگر ایمان حقیقی مورال ہوتا ہے کہ یقین موجود ہوتا ہے کہ اس زندگی میں جو کچھ ملنا ہے وہ تو جھونگے میں ہے اصل تو مرنے کے بعد ملنا ہے اس لئے اس کا مورال اتنا high ہوتا ہے کہ اس کی بلندیوں تک کسی دوسرے کا پہنچنا ممکن ہی نہیں۔ جب ہی تو اسلامی سپہ سالار نے ایرانی جرنیل سے کہہ دیا تھا:

اِنَّ مَعِیَ قَوْمٍ یُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا یُحِبُّوْنَ الْفَارِسَ الْخَمْرِ

یعنی میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو موت کی اتنی شیدائی ہے جتنا ایرانی شراب کے شیدائی ہوتے ہیں۔

تو یوں سمجھیئے کہ ایمان ہی جہاد فی سبیل اللہ کی عمارت کا بنیادی پتھر ہے۔ مجاہد جب اپنے نور ایمان سے بگڑے ہوئے ماحول اور سسکتی ہوئی انسانیت کو دیکھتا ہے تو بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے۔

یہ اژدہاؤں کا جہاں	زندہ بلاؤں کا جہاں
خاکی خداؤں کا جہاں	ہاں اس جہاں کے درمیان
مثلِ مسلمان چار دن	او نوجواں! رہ کر بھی دیکھ
اور پھر وہ دعوت دیتا ہے	
او قیدی ہر میر و شاہ	کب تک یہ ضبط لا الہٰ
یہ ضبط ہے یکسر گناہ	کب تک نہیں کھلتی زبان
اب صاف صاف اپنا پیام	اونوجوان! کہہ کر بھی دیکھ

اور جہاد کی تاریخ شاہد ہے کہ جہاں ایمان و یقین کا جذبہ کم ہوا کوئی طاقت، کوئی سامان، کوئی تدبیر اس کمی کو پورا نہ کر سکی۔ لہٰذا ایک مجاہد کا بہترین اسلحہ ایمان ویقین ہے اور ایمان نام ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل اور غیر متزلزل اعتماد کا۔

جہاد فی سبیل اللہ کے لئے دوسرا ضروری وصف تقویٰ ہے اور حقیقت میں یہیں سے جنگ اور جہاد کی راہیں جدا ہو جاتی ہیں۔ جنگ اور جہاد میں تقابل کرنا چاہو تو ذرا انسانیت کی تاریخ کے ایک دو اوراق ہی کھول کر دیکھ لو۔ جنگ کی فتنہ سامانی کا نمونہ دیکھنا ہو تو ہیروشیما، ناگا ساکی، افغانستان، کوریا اور افریقہ میں مہذب نہیں بلکہ تہذیب کے واحد ٹھیکداروں کی انسان دشمنی کے مناظر دیکھ لو اور جہاد فی سبیل اللہ کی برکات دیکھنی ہوں تو ذرا حمص والوں سے پوچھو جب مجاہدین نے ان سے اپنی معذوری ظاہر کی کہ ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے لہٰذا تم سے جو کچھ لیا واپس کرتے ہیں اور اہل حمص جو غیر ہیں رو رو کے کہتے ہیں کہ خدا کے لئے ہمیں اپنوں کے سپرد کر کے نہ جاؤ۔ تم غیر ہو کر اپنوں سے ہزار درجہ بہتر ہو۔

اتنا بڑا فرق صرف تقویٰ کی بنا پر ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ یہ ایک وصف ہے، ایک جذبہ ہے کہ جب کسی کام کرنے کا ارادہ ہو تو اپنے آپ سے یہ سوال کیا جائے کیا اس کام کرنے سے اللہ راضی ہو گا یا ناراض اگر جواب ملے کہ اس سے اللہ راضی ہو گا تو اس کام میں تن من دھن لگا دینا اور اگر جواب ملے کہ یہ کام تو اللہ کو پسند نہیں تو قدم رُک جانا اور دل سے داعیہ ہی ختم ہو جانا۔ یہ ہے تقویٰ کی حقیقت۔ اب ذرا جہاد فی سبیل اللہ کی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ ہر معرکہ میں، ہر جھڑپ میں، ہر مقابلے میں یہ Standing Order آپ کو نظر آئے گا کہ:

۱۔ دشمن کی فصل تباہ نہیں کرنی

۲۔ پھل دار درخت تباہ نہیں کرنے

۳۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سے تعرض نہیں کرنا

۴۔ جو لوگ دنیا کے دھندوں سے الگ تھلک یادِ خدا میں لگے ہوئے ہیں ان سے تعرض نہیں کرنا۔

مگر ایسا کیوں نہیں کرنا، اس لئے کہ اللہ کو ایسا کرنا پسند نہیں اور تمہیں دوسروں کی خاطر جینے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ والے جہاں بھی گئے ہلاکت کی بجائے انسانیت کے لئے جینے کا سامان ہی فراہم کرتے گئے، کیونکہ تقویٰ کا تقاضا یہی تھا۔ کیا مہذب دنیا کی تاریخ اپنی جنگوں میں اس قسم کی ایک مثال بھی پیش کر سکتی ہے؟ مگر وہ کیسے پیش کرے جبکہ جنگ کا فلسفہ ہی اور ہے۔ ہمارے مجاہدین بھی اگر ایمان و تقویٰ کے ہتھیاروں سے لیس ہو جائیں تو یقیناً انسانیت کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوں گے۔

ہمارے دن گذشتہ پھر ہمیں یا رب دکھا دینا
سنا ہے تیری قُدرت سے گئے دن پھر بھی آتے ہیں

☆☆☆☆☆

☆☆☆

خواتین کا صفحہ

اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

اُمِ فاران راولپنڈی

نام ونسب: آپؓ کا نام سودہؓ تھا۔ باپ کا نام قیس تھا جو قبیلہ عامر بن لوئی سے تھے۔ ماں کا نام شموس بنت قیس تھا جو انصار کے خاندان بنونجار سے تھیں۔

پہلا نکاح: آپؓ کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد حضرت سکرانؓ بن عمرو سے ہوا۔

قبول اسلام: اللہ تعالیٰ نے حضرت سودہؓ کو نہایت صالح طبیعت عطا کی تھی۔ ابتدائے نبوت میں مشرف بہ اسلام ہوئیں (اس طرح آپؓ سابقون الاولون میں شمار ہوئیں)۔ ان کے ساتھ ان کے شوہر بھی اسلام لائے۔

ہجرت حبشہ: حبشہ کی پہلی ہجرت کے وقت وہ اور ان کے شوہر مکہ میں مقیم رہے لیکن جب مشرکین مکہ کے ظلم وستم کی کوئی انتہا نہ رہی تو مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ہجرت حبشہ پر آمادہ ہوئی۔ اس میں حضرت سودہؓ اور ان کے شوہر بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ ہجرت کر گئے اور کئی برس حبشہ میں رہ کر مکہ واپس لوٹے۔ کچھ ہی دن بعد حضرت سکرانؓ نے وفات پائی۔

حرم نبوی ﷺ میں: یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم غمگین تھے۔ بن ماں کے بچوں کو دیکھ دیکھ کر طبیعت مبارک افسردہ رہتی تھی اور آپ ﷺ پریشان رہتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر خولہؓ بنتِ حکیم جو آپ ﷺ کی جانثار صحابیہ تھیں (عثمان بن مظعونؓ کی بیوی تھیں) نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ، حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو ملول دیکھتی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! گھر کا انتظام اور بچوں کی تربیت خدیجہؓ کے سپرد تھی۔ خولہؓ نے عرض کی، "آپ ﷺ کو ایک مونس اور رفیق کی ضرورت ہے اگر آپ ﷺ کی اجازت ہو تو آپ ﷺ کے نکاحِ ثانی کے لئے سلسلہ جنبانی کروں"۔ (زرقانی)

آپ ﷺ کے ایماء پر وہ حضرت سودہؓ کے والد کے پاس گئیں اور نکاح کا پیغام سنایا۔ انہوں نے کہا، ہاں محمد (ﷺ) شریف کفو ہیں لیکن سودہؓ سے بھی تو دریافت کرو۔ پھر حضرت خولہؓ حضرت سودہؓ کے پاس گئیں اور حضور ﷺ کی خواہش بیان کی۔ انہوں نے بخوشی حرمِ نبوی ﷺ میں آنے پر رضا مندی کا اظہار کیا۔ ان کے والد زمعہؓ نے 10 نبوی میں حضرت سودہؓ کا حضور اکرم ﷺ سے خود نکاح پڑھایا۔ 400 درہم مہر قرار پایا۔ نکاح کے بعد عبداللہؓ بن زمعہ حضرت سودہؓ کے بھائی گھر آئے وہ اس وقت کافر تھے۔ ان کو یہ حال معلوم ہوا تو سر پہ خاک ڈال لی کہ کیا غضب ہوگیا۔ اسلام لانے کے بعد اپنی اس نادانی پر ہمیشہ ان کو بہت افسوس ہوتا۔ (زرقانی)

خواب کی تعبیر: اپنے شوہر سکران کی زندگی میں ہی حضرت سودہؓ نے ایک خواب دیکھا کہ تکیہ کے سہارے لیٹی ہیں کہ آسمان پھٹا اور چاند ان کی گود میں آن گرا۔ انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر کو سنایا تو انہوں نے کہا کہ اس کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ عنقریب میں مر جاؤں گا اور تم عرب کے چاند حضرت محمد ﷺ کے نکاح میں آؤ گی۔ چنانچہ یہ خواب حرف بہ حرف پورا ہوا۔ (زرقانی)

اختلاف رائے: حضرت سودہؓ کا نکاح 10 نبوی میں ہوا چونکہ ان کے اور

حضرت عائشہؓ کے نکاح کا زمانہ قریب ہے اس لئے مورخین میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے کہ تقدم کس کو حاصل ہے۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت سودہؓ کو تقدم حاصل ہے اور عبداللہ محمد بن عقیل، حضرت عائشہؓ کو مقدم سمجھتے ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

ہجرت مدینہ: نبوت کے تیرہویں سال جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو ابورافع اور زیدؓ ابن حارثہ کو مکہ بھیجا کہ آپ ﷺ کے اہل خانہ کو لے آئیں چنانچہ حضرت فاطمہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت سودہؓ ان کے ہمراہ مدینہ منورہ آئیں۔

آیتِ حجاب کا نزول: آیتِ حجاب کے نزول سے پیشتر حضرت سودہؓ دیگر خواتین کے ہمراہ قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے جاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ ازواج مطہراتؓ کو باہر نہ نکلنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں وہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے عرض بھی کر چکے تھے لیکن حضور ﷺ خاموش رہے۔ ایک دن حضرت سودہؓ قضائے حاجت کے لئے جنگل کو جا رہی تھیں کہ راستے میں حضرت عمرؓ مل گئے۔ حضرت سودہؓ کا قد بلند و بالا تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں پہچان لیا اور کہا، سودہؓ آپ کو ہم نے پہچان لیا۔ حضرت سودہؓ کو ان کا یہ جملہ سخت ناگوار گزرا اور انہوں نے حضور ﷺ سے حضرت عمرؓ کی شکایت کی۔ اس واقعہ کے بعد آیتِ حجاب نازل ہوئی اور تمام خواتین پردے کی پابند ہوگئیں۔ (صحیح بخاری)

حج بیت اللہ کی سعادت: 10 ہجری میں جب حضور ﷺ نے حج کیا تو حضرت سودہؓ بھی ساتھ تھیں۔ چونکہ وہ دراز قد اور فربہ اندام تھیں اس لئے تیز چلنے سے مجبور تھیں۔ حضور ﷺ نے مزدلفہ سے روانگی سے قبل انہیں چلے جانے کی اجازت دی تا کہ بھیڑ بھاڑ میں ان کو تکلیف نہ ہو۔ (صحیح بخاری)

حجتہ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے تمام ازواج مطہراتؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا "اس حج کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھنا"۔ (زرقانی)

چنانچہ حضرت سودہؓ اور حضرت زینبؓ نے سختی سے تعمیل حکم کی (دیگر ازواج مطہراتؓ اس حکم کا اطلاق ادائے حج پہ نہ کرتی تھیں) حضرت سودہؓ اور حضرت زینب حضور ﷺ کی وفات کے بعد تمام عمر گھر سے باہر نہ نکلیں۔ حضرت سودہؓ فرمایا کرتی تھیں میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں اب اللہ کے حکم کے مطابق گھر سے باہر نہ نکلوں گی۔ (طبقات)

خوش طبعی: حضرت سودہؓ کے مزاج میں کسی قدر تیزی تھی لیکن ساتھ ہی ظرافت بھی تھی جس سے حضور ﷺ بعض اوقات محظوظ ہوتے۔ کبھی کبھی جان بوجھ کر بے ڈھنگے پن سے چلتیں، حضور ﷺ دیکھتے تو ہنس پڑتے

ضرورت سٹاف

1......PHP/.Net،Web.Developer پروگرامر

2......تجربہ کار سیلز/مارکیٹنگ سٹاف

3......تجربہ کار کمپیوٹر آپریٹر تعلیم B.A/B.Com ٹائپنگ سپیڈ کم از کم 50

4......آفس بوائے، 5......ڈرائیور اور 6......گارڈ۔

رابطہ: رحمت اللہ ملک اینڈ کمپنی 6 مزنگ روڈ لاہور فون: 042-337310974-5

تھے۔

ایک دفعہ رات کو حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ بڑی دیر تک رکوع میں رہے۔ صبح کو کہنے لگیں ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے رات کو اتنی دیر رکوع کیا کہ مجھے تو اپنی نکسیر پھوٹنے کا اندیشہ ہو گیا چنانچہ میں بڑی دیر تک اپنی ناک سہلاتی رہی''۔ آپ ﷺ اس جملہ کو سن کر مسکرا اُٹھے۔ (ابن سعد)

دجّال سے بہت ڈرتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے مذاق کے لہجہ میں کہہ دیا کہ ''دجال نے خروج کیا ہے'' تو قریبی خیمہ میں گھس گئیں اور پھر حضور ﷺ نے آ کر فرمایا کہ ابھی دجّال نہیں نکلا تو باہر آئیں اور بدن پر مکڑی کا جالا لگا ہوا تھا۔ (اَصابہ) (اس روایت کو مشکوک مانا جاتا ہے کیونکہ سند اُضعیف ہے)۔

فیاضی و دریا دلی: حضرت سودہؓ نہایت رحم دل اور سخی تھیں جو کچھ آپؓ کے ہاتھ آتا اسے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔ وہ طائف کی کھالیں بنایا کرتی تھیں اور اس سے جو آمدنی ہوتی اسے راہِ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں۔ (اصابہ)

حضرت عمر فاروقؓ نے ایک دفعہ ان کی خدمت میں درہموں کی ایک تھیلی بھیجی۔ آپؓ نے پوچھا ''اس میں کیا ہے''؟ لوگوں نے بتایا ''درہم''۔ بولیں ''تھیلی میں کھجوروں کی طرح''۔ یہ کہہ کر تمام درہم حاجت مندوں میں اس طرح بانٹ دیئے جس طرح کھجوریں تقسیم کی جاتی ہیں۔ (اصابہ)

ایثار: ایثار میں بھی آپؓ ممتاز حیثیت رکھتی تھیں وہ اور حضرت عائشہؓ آگے پیچھے نکاح میں آئی تھیں لیکن چونکہ ان کا سن بہت زیادہ ہو چکا تھا اور حضرت عائشہؓ ابھی نو عمر تھیں، آپؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی جو انہوں نے خوشی سے قبول کر لی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

اخلاق: حضرت عائشہؓ کا قول ہے ''میں نے کسی عورت کو حسد (یا جذبہ رقابت) سے خالی نہیں دیکھا سوائے سودہؓ کے''۔ ایک مرتبہ ان کے پاکیزہ اخلاق کے بارے میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا ''سوائے سودہؓ کے کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوئی کہ اس کے جسم میں میری روح ہوتی''۔ (طبقات)

وفات: ایک دفعہ ازواج مطہراتؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں انہوں نے دریافت کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سب سے پہلے کون مرے گا؟ فرمایا ''جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہے''۔ انہوں نے ظاہری معنی سمجھے۔ ہاتھ ناپے گئے تو سب سے لمبا ہاتھ حضرت سودہؓ کا تھا (طبقات) لیکن جب حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد آپ ﷺ کا مقصد سخاوت اور فیاضی تھا۔

واقدی نے حضرت سودہؓ کا سال وفات ۵۴ ھ بتایا ہے (طبقات) لیکن ثقات کی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ خلافت میں انتقال کیا۔ (اسد الغابہ و استیعاب)

حضرت عمرؓ نے ۲۳ھ میں وفات پائی اس لئے حضرت سودہؓ کی وفات کا سال ۲۲ھ ہو گا۔ خمیس میں یہی روایت ہے اور یہی سب سے صحیح ہے (زرقانی) اور اس کو امام بخاری، ذہبی، جزری، ابن عبد البر اور خزرجی نے اختیار کیا ہے۔

اولاد: آنحضرت ﷺ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پہلے شوہر (حضرت سکرانؓ) نے ایک لڑکا یادگار چھوڑا جس کا نام عبدالرحمٰنؓ تھا۔ انہوں نے جنگ جلولاء (فارس) میں شہادت حاصل کی۔ (زرقانی)

حلیہ مبارک: ازواج مطہراتؓ میں کوئی حضرت سودہؓ سے زیادہ بلند و بالا نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ جس نے ان کو دیکھ لیا وہ اس سے چھپ نہیں سکتی تھیں''۔ (صحیح بخاری) زرقانی میں ہے ان کا ڈیل لانبا تھا۔

فضل و کمال: حضرت سودہؓ سے پانچ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک بخاری شریف میں بھی ہے۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور یحییٰ بن عبدالرحمٰنؓ (بن اسعد بن زرارہ) نے ان سے روایت کی۔

☆☆☆☆☆

بچو! آپ جانتے ہیں کہ سب سے پہلے انسان کا کیا نام تھا؟

جی ہاں! بالکل اُن کا نام مبارک حضرت آدم علیہ السلام تھا اور اُن کی بیوی کا نام حضرت حوا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان اور نبیؐ تھے۔ آیئے آج آپ کو اُن کا واقعہ سناتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا انسان جو بنایا، اُن کا نام حضرت آدم علیہ السلام ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو ''ابو البشر'' یعنی کہ انسانوں کا والد بھی کہتے ہیں کیونکہ قیامت تک آنے والے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہی کی اولاد تھے، ہیں اور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا تخلیق فرما دیا تو روح پھونکنے سے پہلے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ جب میں اِس مٹی کے پتلے میں روح پھونک دوں تو سب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا، (یوں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرنا چاہیے لیکن چونکہ یہ خود اللہ تعالیٰ کا حکم تھا تو سب کے لیے ماننا ضروری تھا)۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونک دی تو سوائے ابلیس کے تمام فرشتے سجدے میں گر گئے۔ ابلیس دراصل جنات میں سے تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کی کہ اس کو فرشتوں میں رہنے کی اجازت مل گئی لیکن جب اللہ تعالیٰ کا حکم نہ مانتے ہوئے اس نے انسان کو سجدہ نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ تو نے میرے حکم کے باوجود انسان کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ (اگرچہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو تھا کہ ابلیس نے سجدہ کیوں نہیں کیا، لیکن خود ابلیس کے منہ سے سننا اور ابلیس کا خود جاننا ضروری تھا تاکہ اُس پر سزا لاگو ہو سکے اور اُس کو اعتراض نہ ہو کہ اُسے بلاوجہ سزا دی گئی)۔ ابلیس نے جواب دیا کہ وہ انسان سے بہتر مخلوق ہے کیونکہ اُسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ انسان مٹی سے بنا ہے۔ ابلیس کے جواب سے پتہ چلتا ہے کہ اُس کی ساری عبادات کے باوجود اُس میں غرور اور تکبر موجود تھا (جو ساری برائیوں کی جڑ ہوتا ہے) لیکن ابلیس کی عبادات کی وجہ سے چھپا ہوا تھا۔ اس کے غرور بھرے جواب پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو مردود ہے، میری بارگاہ سے نکل جا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ غلطی ہونے پر ابلیس اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا، روتا اور توبہ کرتا۔ لیکن بجائے توبہ کرنے کے وہ اور اکڑ گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ مجھے مہلت دیں تو اِس انسان کو میں خوب بھڑکاؤں گا، بُری

بُری باتیں سکھاؤں گا۔ اس کی وجہ سے میں جنت سے نکالا گیا ہوں تو میں اس میں غرور ڈال کر، بری باتیں سکھا کر اسے بھی جنت میں نہیں جانے دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو قیامت تک مہلت دے دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تو اپنی کوشش کرلے، لیکن تیرے داؤ اُن پر نہیں چلیں گے جو کہ میرے بندے ہوں گے (یعنی کہ پوری کوشش اور توجہ سے اللہ تعالیٰ کا کہنا ماننے والے ہوں گے)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مختلف چیزوں کے نام سکھائے اور فرشتوں کے سامنے لا کر پہلے فرشتوں سے چند چیزوں کے نام پوچھے۔ فرشتے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہم نہیں جانتے کیونکہ ہم تو صرف وہ جانتے ہیں جو علم آپ نے ہمیں دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے اُن چیزوں کے نام پوچھے تو انہوں نے فوراً بتا دیئے (اگرچہ یہ علم حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سکھانے ہی سے سیکھا تھا، لیکن اس سے انسان کا علم میں فرشتوں سے آگے ہونے کا پتہ چلتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی بیوی حضرت حوا سے فرمایا کہ جنت میں رہیں اور جہاں سے چاہیں اور جو چاہیں کھائیں لیکن ایک درخت کے پاس جانے اور اُس کا پھل کھانے سے منع فرما دیا۔ شیطان یعنی ابلیس کو حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی بیوی حضرت حوا سے بہت حسد محسوس ہوتا۔ شیطان کو چونکہ پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اُسے اب جہنم جانا ہوگا اس لیے اس کی پوری کوشش ہے کہ قیامت تک جس جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروا سکتا ہے، کروائے۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی جھوٹی قسم کھا کر کہا کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ اگر آپ اِس درخت کا پھل کھالیں گے تو آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس جنت میں ہی رہیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ابلیس کا جھوٹ سن کر بھول میں اس درخت سے پھل کھالیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا اس درخت سے پھل کھالیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو تو بنایا ہی اس دنیا میں رہنے کے لیے تھا۔ جنت میں رکھ کر اُن کی تربیت کی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم انسان کو ماننا ہے اور یہ کہ شیطان یعنی ابلیس اور اُس کے تمام ساتھی انسان کے دشمن ہیں۔ وہ ہر طرح سے انسان کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ غلطی کرے اور ان شیاطین کے ساتھ انسان کو بھی جہنم جانا پڑے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین پر اتار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو توبہ کرنے کے الفاظ سکھائے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا نے اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر توبہ کی، اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کر لی اور انہیں جنت سے دنیا میں بھیج دیا گیا۔ جب انہیں زمین پر اتارا گیا تو ایک دوسرے سے بہت دور دور اتارا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام تین سو سال تک حضرت حوا کو تلاش کرتے رہے۔ تین سو سال بعد اُن کی حضرت حوا سے جبلِ رحمت پہ ملاقات ہوئی۔ وہاں انہوں نے گھر بنایا اور یوں وہاں سے نسلِ انسانی کی ابتداء ہوئی۔

☆☆☆☆☆

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور ان کے جواب

اپنا محاسبہ، ندامت اور توبہ

الحمدلله رب العالمین والصلوہ والسلام علی حبیبہ

محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

اعوذ باللہ من الشطین الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا یہ شعبہ اور یہ ساری محنت یہ بندے کی ذاتی اصلاح اور اس کا اللہ کریم سے تعلق جوڑنے لئے ہے۔ اب اس کے بعد اس کے ذاتی معاملات میں اسے خود فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ جہاں کوئی ہے، وہیں علماء حضرات بھی موجود ہیں۔ کوئی مسئلہ ہو وہ ان سے پوچھا جاسکتا ہے، کوئی ضروری نہیں کہ ہر مسئلہ یہاں سے ہی پوچھیں۔ رہ گئی ملکی سیاست تو اگر اب ہم یہاں اجتماع میں بیٹھ کر سیاست کو زیر بحث لے آئیں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کیا ہمارے سوچنے یا ہمارے کہنے سے کوئی تبدیلی متوقع ہے، کیا اس سے سیاست پر کوئی اثر، کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر ملک بھی سامنے ہے اور جو لوگ الیکشن کے لئے کھڑے ہوتے ہیں وہ بھی آپ کے سامنے ہیں۔ آپ جب ووٹ دیتے ہیں تو آپ کو بھی پتہ ہے کہ لوگ کیسے کیسے ہیں اور میں ووٹ کس کو دے رہا ہوں۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ کوئی شریف آدمی الیکشن میں کھڑا ہونا بھی پسند نہیں کرتا اور کھڑا ہو بھی نہیں سکتا۔ جو کروڑوں روپے کے اخراجات کرتے ہیں تو ان کے کے پاس پہلے کروڑوں ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں تو الیکشن ایک تجارت بن گئی ہے۔ دو چار کروڑ خرچ کرو پھر چالیس کروڑ بنا لو۔ یہ آپ بھی جانتے ہیں یہ میں بھی جانتا ہوں تو خواہ مخواہ مختلف آیات اور سورتوں کے حوالے سے آپ disturb کیوں کرتے ہیں؟ قرآن کا ایک اپنا انداز حکمرانی ہے۔ آپ کے سوال سے لگتا ہے کہ آپ اس لوگ دنیا میں نہیں رہتے ہیں میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ جتنا اسلام کافروں نے اپنا رکھا ہے اتنا بھی اگر مسلمان ریاستیں اپنالیں تو کامیاب ہو جائیں گی۔ مسلمان ریاستوں میں اتنا اسلام بھی نہیں جتنا کافروں کے پاس ہے کم از کم لین دین میں، معاملات میں، عدالتوں میں انکے نظام میں، معیشت میں، سیاست میں کسی حد تک کوئی دیانتداری، کوئی انصاف، کسی کے حقوق کا تحفظ ہے۔ کسی پہلو سے وہ ویلیفئر اسٹیٹ بنی ہوئی ہے، کچھ غریب غربا کی نگہداشت ہوتی ہے۔ یہاں تو وہ بھی نہیں آپ سارا اسلام کہاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ سورۃ البقرہ، سورہ المائدہ، بنی اسرائیل، الحج، یہ آپ پتہ نہیں کس کو حوالے سنانا چاہتے ہیں یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ قرآن کریم نے نافرمانوں کے تین درجے مقرر کئے ہیں ایک پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، ایک پر ظلم کا، ایک پر فسق کا۔ جو نظریات میں ہیر پھیر کرتا ہے قرآن کے مطابق نہیں کرتا اس حکومت، اس حکمران، اس عہد پر کفر کا

فتویٰ ہے ۔ جو کردار میں قرآن سے رہنمائی نہیں لیتا اور جان بوجھ کر قرآن کی مخالفت کرتا ہے جیسے ہمارے ہاں سود کو منافع کے نام پر جائز سمجھا جاتا ہے اور اس طرح کی چیزیں ان پر ظلم کا اُولٰٓـئِکَ هُمُ الظّٰلِمُون کا فتویٰ ہے۔ اور جو احکام کو تو صحیح مانتے ہیں لیکن عمل قرآن کے خلاف کرتے ہیں ان کے لئے اُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْن آیا اور یہ تینوں قریب قریب کی آیات میں اکٹھے، یکجا ہیں ۔ امارت کو جو طریق اسلامی تھا، حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کا سارا انتخاب اسی طرح رہا۔ وہ یہ تھا کہ قوم کے اکابرین جمع ہو کر کسی ایک کو منتخب فرماتے اور پھر اس کو عوام کے سامنے پیش کیا جاتا اور لوگ ان اکابرین پر اعتماد کر کے بیعت کرتے ۔ اگر لوگ بیعت نہ کرنا چاہتے تو زبردستی نہیں ہوتی تھی ۔ اب حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ہم سب مل کر امریکہ کو بڑا برا بھلا کہتے ہیں بڑے فتوے لگاتے ہیں اور اس سے مانگ کر کھاتے بھی ہیں ۔ ہمارا مزاج ہی عجیب ہے، کھانے کے لئے اس سے مانگتے ہیں اور پھر اس پر فتوے لگاتے ہیں۔

امریکی نظام انتخاب اسلامی نظام انتخاب کے قریب تر ہے۔ ویسا تو نہیں لیکن قریب تر ہے کہ انکی دو بڑی بڑی سیاسی پارٹیاں ہیں ہماری طرح چوں چوں کا مربہ نہیں کہ تین سو پارٹیاں ہوں ۔ جو ڈھائی بندے اکٹھے کر لیتا ہے وہ ایک پارٹی رجسٹر کرا لیتا ہے۔ امریکہ میں پارٹی کے جو بڑے ہوتے ہیں وہ ایک، دو، تین افراد کو منتخب کرتے ہیں اور ان کو پارٹی کے اندر میدان میں اتارتے ہیں ۔ پارٹی میں الیکشن ہوتا ہے جسے اکثریت ملتی ہے اسے پھر میدان میں اتارا جاتا ہے۔ دونوں پارٹیاں اسی طرح کرتی ہیں اور پھر ان کا مقابلہ عوامی سطح پر کرایا جاتا ہے۔ جو جیت جاتا ہے وہ سربراہ بن جاتا ہے۔ اور اس کی مرضی ہے کہ وہ کس کو گورنر لگاتا ہے، کس کو کابینہ میں لیتا ہے۔ اور یوں وہ اور اس کے گورنر عوام کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔ گو وہ مسلمان نہیں ہیں لیکن طریقہ انہوں نے اسلام سے سیکھا ہے۔ تھوڑی بہت اس میں انہوں نے اپنی تبدیلی کر دی ہے لیکن کم و بیش انتخاب اسلامی طریقہ کا یہی ہے کہ ملک کے اکابرین یا پارٹی کے بڑے، پارٹی میں سے کسی ایسے شخص کو آگے لائیں جس پر انہیں اعتماد ہو۔ اس کی دیانت امانت پر اس کی علمیت پر اس کے کردار پر، اس کی استعداد پر بھی کہ یہ شخص اس عہدے کا اہل ہے۔ پھر اسے عوام کے سامنے پیش کر دیں۔ ہمارے ہاں تو چلتے چلتے بات یہاں تک پہنچی ہے کہ جسے سپریم کورٹ کوئی سزا دے اسے بڑے سے بڑا عہدہ مل جاتا ہے اور عوام کا مزاج یہ ہے کہ آپ لوگ نصیحتیں لکھ کر بیٹھے ہیں۔ عوام آپ کے قرآنی آیات اور خوابوں کو نہیں دیکھتے، عوام روٹی کا ٹکڑا دیکھتے ہیں۔ کم از کم میں نے اپنی زندگی میں بڑے نعرے سنے ہیں۔ یہ نعرہ میں نے دنیا کی کسی سیاسی نظام میں نہیں سنا کہ مجھے ووٹ دو میں تمہیں روٹی دوں گا۔ انصاف کا وعدہ نہیں ہے، عدل کا وعدہ نہیں ہے، نظام کو ٹھیک کرنے کا وعدہ نہیں ہے، تعلیم کا وعدہ نہیں ہے، معاملات کو، عدالتوں کو صحیح کرنے کا وعدہ نہیں ہے، ایک ہی نعرہ ہے روٹی، کپڑا اور مکان اور ساری قوم اس پر بک گئی۔ تو جو قوم بغیر سوچے سمجھے بک جائے کہ عدالتی نظام صحیح نہیں ہوگا، تعلیمی نظام صحیح نہیں ہوگا، معاشی نظام کی اصلاح نہیں ہوگی تو روٹی کپڑا مکان آئے گا کہاں سے، کون کس کو دے گا، کسی نے یہ سوچا ہے؟ اور ابھی تک اس پر مر رہے ہیں جو روٹی کپڑا مکان پاس تھا وہ بھی گنوا بیٹھے ہیں اور نعرے لگا رہے ہیں کہ فلاں فلاں زندہ ہیں زندہ ہیں،

تو سن لو اگر وہ زندہ ہیں تو تم زندہ نہیں ہو۔ دونوں میں سے ایک بات تو ہے۔ تو یہ آپ قبرستان میں اذانیں دے کر کیا کرتے ہیں؟ ہاں! اس کا طریقہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اللہ کے قریب لائیں۔ اللہ اللہ سکھائیں اور ان کی توقعات اللہ سے وابستہ کریں، انہیں اپنے نفع نقصان کی امید پروردگار عالم سے ہو تو پھر لوگوں سے معاملات کرنے میں وہ انصاف سے کام لے سکیں۔ جس قوم کی قومی حالت یہ ہو کہ روٹی کا ایک ٹکڑا دکھا کر اسے اور کچھ سوچنے کی فرصت ہی نہیں۔ وہ اس روٹی کے ٹکرے کے پیچھے بک جائے تو پھر اس قوم کی کیا حالت ہوگی؟۔

اب تحریک انصاف کا بڑا شور ہے، بڑا ولولہ ہے کہ ہم انصاف کریں گے۔ ٹھیک ہے آپ انصاف کرو گے لیکن اس کا کوئی خاکہ، اس کی کوئی outline، اس کا manifesto کہ آپ کیا کریں گے، کیسے ہوگا، عدالتی نظام کی کیا تبدیلی ہوگی، تعلیمی نظام کو آپ کس طرح چلائیں گے، معاشی نظام میں سود ہوگا نہیں ہوگا، کیا ہوگا؟ جو زکوۃ وصدقات سے سٹہ کھیل کر اربوں روپے کا نقصان کر دیتے ہیں، جو لوگ زکوۃ سے جواء کھیلتے ہیں اس سے بڑا انصاف اور کیا کریں گے۔ لیکن لوگ ہیں کہ اندھا دھند بھاگ رہے ہیں کہ انصاف ہوگا، انصاف ہوگا کونسا انصاف ہوگا۔ آج تک کسی نے پوچھا ہے کہ آپ کا منشور کیا ہے، وہ تو دکھائیں آپ کیا کریں گے۔ ہمیشہ ہر سیاستدان بڑا خوبصورت منشور بناتا ہے۔ اس پر عمل کرے نہ کرے وہ بعد کی بات ہے۔ ووٹ لینے کے لئے تو بناتا ہے۔ یہ پہلی جماعت ہے جس کا منشور ہی کوئی نہیں اور دھڑا دھڑ لوگ آرہے ہیں تو یہ قوم دُھڑے سے اکھڑی ہوئی ہے انہیں نہ آخرت کی فکر ہے، نہ قبر کے حساب وکتاب کی فکر ہے، نہ انہیں یہ خیال ہے کہ ہمیں کس نے پیدا کیا ہے، نہ انہیں یہ خیال ہے کہ ہمیں کسی کو جواب دینا ہے۔

رات رمضان کی انتیسویں شب تھی رات رات میں دس بندے تو کراچی میں قتل کئے گئے اور بلا وجہ۔ کوئی نہیں جانتا کس نے مارا، کس کو مارا۔ حکومت ہمیشہ تحقیقات کرتی رہتی ہے۔ کمیٹیاں بن جاتی ہیں اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ مسافر گاڑیوں پر جا رہے ہیں، گاڑیاں روک لیں، مسافر اتارے، گولی ماردی۔ اگر کوئی لوٹ مار کر رہے تو ایک سمجھ میں آتی ہے کہ کسی نے لوٹنے کے لئے گولی ماردی۔ بغیر وجہ کے گولی مارنا، اس کی وجہ سمجھ نہیں آتی۔ پولیس تحفظ کرتی تھی۔ پولیس کسی کا تحفظ کیا کرے گی اسے اپنی جان کے لالے پڑے ہوتے ہیں۔ جدھر گاڑی نکلتی ہے ادھر بلاسٹ ہو جاتا ہے، چار پانچ مارے جاتے ہیں جہاں لوگوں کو تحفظ دینے پر ایف سی لگی ہوئی ہے وہاں اس کے اپنے بندے مارے جارہے ہیں۔ فوج کا کوئی بڑے سے بڑا ادارہ ایسا نہیں بچا جس پر حملہ نہ ہوا ہو تو آپ پتہ نہیں کیا سوچتے ہیں، کیا دیکھتے ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ حکمران کہتے ہیں سب اچھا ہے۔ یہ چھوٹا موٹا ہوتا رہتا ہے کوئی بات نہیں۔ یعنی حکمرانوں کے نزدیک ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ یہ ہوتا رہتا ہے۔ تو اس میں آپ کس کس کو کون کون سا حوالہ دیں گے؟ ان حکمرانون کو ووٹ دینے والوں کا شمار کس میں ہوگا اور ان کا ٹھکانہ کیا ہے؟ میاں! ہمیں کیا ضرورت ہے فتوے دینے کی۔ جو ووٹ دے رہے ہیں انہیں بھی پتہ ہے کہ کس لئے دے رہے ہیں اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ آخرت کے ٹھکانے کا تو رب جانے، اس دنیا میں جو نتائج بھگت رہے ہیں وہ بھی سامنے ہیں۔ تو ایک افراتفری کا عالم ہے۔ ایک فرد بگڑ جائے، چند خاندان بگڑ جائیں تو اس پر تو شاید کوئی زور زبردستی چل سکتی ہے اور

اگر ساری قوم بگڑ جائے تو اس کا کوئی کیا کرے گا۔ آپ کا کوئی سرکاری اہلکار، چپڑاسی سے لے کر اعلیٰ عہدے دار تک بغیر رشوت کے بات نہیں سنتا، کام کرنا تو دور کی بات ہے۔ ایک زمانہ تھا جس سے رشوت لیتے تھے اس کا کچھ تھوڑا بہت کام بھی کر دیتے تھے۔ اب دونوں فریقوں سے لیتے ہیں اور کام اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ جوئے پر حج اور عمرے کئے جاتے ہیں۔ حج اور عمرے کے لئے بھی جوا کھیلا جا رہا ہے اس سے زیادہ آپ کیا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اتنے پیسے موبائل میں جمع کراؤ۔ اتنی کالیں کرو، اتنے پیسے خرچ کرو، قرعہ اندازی سے نکالیں گے۔ تمہارا حج کا قرعہ نکل آیا وہ ساری قوم سن رہی ہے۔ جوئے میں گاڑی جیتتے ہیں، چھوٹی چھوٹی داڑھی ہوتی ہے، سفید داڑھی ہوتی ہے کہتے ہیں اللہ کا شکر ہے اس نے میری مراد پوری کردی، مجھے کار مل گئی۔ یار اس قوم کا کیا ہوگا، آپ اس کا کیا کر سکتے ہیں۔ ایسے حکمرانوں کو کون ووٹ دے کر اوپر لاتا ہے حکومت بتاتی رہتی ہے 37٪، 47٪، 27٪، 15٪، 16٪ سے زیادہ ووٹوں کا turover ہوتا ہی نہیں۔ ووٹ دینے پولنگ اسٹیشن پر صرف وہ لوگ جاتے ہیں جو آوارہ منش اور ان کے ساتھ ملے ہوتے ہیں، کوئی شریف آدمی تو جاتا نہیں ہے اور یہ جو کہتے ہیں ہمیں قوم نے مینڈیٹ دیا تو قوم تو گھر پڑی سوئی رہتی ہے۔ اور کس کس پر اعتبار اس قوم نے نہیں کیا؟ مغرب زدہ لوگوں سے لے کر اسلام کا دعوی کرنے والوں تک، کس کس پر اس قوم نے برسوں اعتماد نہیں کیا۔ کس نے کیا دیا؟ حکومت میں دینی جماعتیں بھی رہیں، اب بھی، کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں۔ کیا تبدیلی لا رہی ہیں، جو کوئی آتا ہے وہ صرف حکومت کرنا چاہتا ہے۔ اس کی سب سے پہلی ترجیح یہ ہوتی ہے کہ میری حکومت قائم رہے۔ اسکے بعد دوسری ترجیح ہوتی کہ ہے جو کام ہو سکے ٹھیک ہے نہ ہو سکے تب بھی ٹھیک ہے بس میرا اقتدار قائم رہے۔ تو یہ جو باتیں میں کر رہا ہوں یہ جو آپ نے لکھی ہیں آپ کیا سمجھتے ہیں، آپ جانتے ہیں، میں جانتا ہوں اور لوگ نہیں جانتے؟ یہ سارے لوگ مجھ سے اور آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ بھول کر یا دھوکے سے ووٹ نہیں دیتے، یہ جان بوجھ کر دیتے ہیں۔ اب سیاسی جلسوں میں بھنگڑا، ناچ اور گانے بجانے ہو رہے ہیں اور لوگ پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ پہلی دفعہ سیاسی جلسوں میں ہم نے ناچ گانا دیکھا۔ جو ابھی سے جلسوں میں بھنگڑے، ناچ اور گانا ڈالیں گے انہیں حکومت مل جائے تو کیا وہاں وہ قرآن پڑھائیں گے۔ اقتدار مل جائے گا تو وہ یہ بھنگڑے چھوڑ کر وہاں درس حدیث کھول لیں گے؟ صحیح، حقیقی تبدیلی جو ہوتی ہے اس کی ظاہری شکل رائے دہندگان ہیں، دونوں کا تو نام ہے حقیقی تبدیلی اللہ کی طرف سے آتی ہے اور تب آتی ہے جب بندے اپنے آپ میں مثبت تبدیلی پیدا کریں۔ اگر افراد میں مثبت تبدیلی آجائے تو بندہ سوچ نہیں سکتا کہ قدرت کس طرح حالات میں مثبت تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ قوموں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ قومیں انتہائی پستی کی طرف بھی گئیں اور پھر واپس انتہائی بلندی تک بھی پہنچیں۔ تو اس کا بہترین حل کردار میں تبدیلی ہے۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں اور ہر بندے کی خواہش ہوتی ہے کہ مجھے اعلیٰ سے اعلیٰ مراقبات نصیب ہو جائیں، کم از کم میری روحانی بیعت ہو جائے ٹھیک ہے، اچھی بات ہے، اچھی آرزو ہے لیکن جب پوچھا جائے کہ آپ کی نمازیں پوری ہیں تو کہتے ہیں نہیں فجر تو رہ گئی۔ تو اگر یہ حال ان لوگوں کا ہے جو اپنے آپ کو طالب علم سمجھتے ہیں تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ آپ اگر اس

توسیع مسجد دارالعرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کے لیے تصوف کا مرکز بن چکی ہے،

یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میرِ کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012 کو رکھا

مسجد دارالعرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہوگا

مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلیٰ کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے

جمع کروانا چاہے تو دارالعرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کر سکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دارالعرفان منارہ تحصیل کلرکہار ضلع چکوال

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○۲۲

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں

شیخ المکرّم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.oursheikh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ 0543-562200

ملک کی، اس قوم کی اصلاح چاہتے ہیں تو پھر پہلے اپنی اصلاح کریں ۔خود کو تبدیل کریں ۔اور جہاں تک آپ کا بس چلے افراد کو تبدیلی کی طرف لائیں ۔اچھے لوگوں کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ حالات بھی اچھے کر دیں گے ۔ ریوڑ اگر بھیڑیوں کا ہو گا تو اس پر سردار سب سے خونخوار بھیڑیا ہی ہو گا ۔اگر گلہ ہرنوں کا ہو گا تو اس پر بھیڑیا نہیں ہو گا ہرن ہی حکمران ہو گا تو لوگوں کو مثبت تبدیلی کی طرف لائیں جتنی یہ بحث آپ نے سیاست کی لکھی ہے اس ساری محنت کی بجائے لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں، ذکر کی طرف بلائیں ۔ ان کے عقائد کی اصلاح ہو، اعمال کی اصلاح ہو اور ایک مثبت تبدیلی آئے کیونکہ فطرت کا قانون ہے اور اللہ کریم کا ارشاد ہے "اللہ کریم لوگوں کی حالت کبھی نہیں بدلتے جب تک لوگ اپنی حالت خود تبدیل نہیں کرتے" کیونکہ من جانب اللہ جو آتا ہے وہ ثمرات ہوتے ہیں، پھل ہوتا ہے، اگر کوئی کانٹے بوتا ہے تو اس پر کانٹے ہی اگیں گے، کیکر بوتا ہے تو کیکر ہی اگے گا، آم بوئے گا تو اس درخت پر آم لگیں گے اور بڑی محنت کے بعد ایسا ہو گا ۔تو انسانی کردار بیج کی مانند ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے جو آتا ہے وہ ثمرات ہوتے ہیں، پھل ہوتے ہیں ۔ برائی بیجی جائے گی تو اس پر مصیبتیں، پریشانیاں ہی ملیں گی ۔نیکی کی تخم ریزی ہو گی تو اس پر اللہ کی عنایت، اللہ کا کرم، اللہ کی مہربانی ہو گی ۔ حالات سے گھبرانا بھی نہیں چاہیے ۔ہمیں ہمیشہ نہیں رہنا پتہ نہیں ہمارے پاس فرصت کے کتنے لمحے ہیں، ہیں بھی یا نہیں ۔ اپنے لمحات کو بھلائی میں بسر کرو ۔اللہ کی یاد میں بسر کرو ۔ ساری دنیا اگر برائی کر رہی ہے تو بھگت لے گی ۔ لیکن ایک اللہ اللہ کرنے والا اس سارے ماحول میں بھی ایسا ہو گا جیسے کوئی جنت میں رہ رہا ہے ۔اللہ کریم اس کی حفاظت فرمائیں اور اسے رسوائیوں سے بچائیں ۔تو اتنا دماغ ادھر کھپانے کی بجائے اس پر محنت کریں کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں ۔اللہ کریم کسی مثبت تبدیلی کی بنیاد بنائیں ۔

سوال: میرے کزن کو حضرت جیؒ نے بتایا تھا کہ فرض نماز کے بعد ذیل دعا سات بار پڑھتے رہو پھر ہاتھوں پر دم کر کے انگلیاں آنکھوں پر پھیریں ۔ انہوں نے یہ عمل کیا تو ان کی نظر ٹھیک ہو گئی کیا ساتھی یہ دعا پڑھا کریں ۔

جواب: جیسے ضرورت ہو تو ضرور پڑھے دعا یہ ہے اَللّٰھُم قَوِّی بَصَرِی بِحُرْمَۃِ اِسمِکَ الْبَصِیْر اس میں اول آخر طاق مرتبہ درود شریف پڑھ لیں ۔ دعا طاق مرتبہ پڑھی جاتی ہے تین مرتبہ، پانچ مرتبہ، سات مرتبہ، گیارہ مرتبہ، طاق تعداد میں پڑھی جائے گی ۔ اور ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھی جائے، کم از کم تین مرتبہ پڑھی جائے ۔تین بار درود پڑھ لیں اَللّٰھُم قَوِّی بَصَرِی بِحُرْمَۃِ اِسمِکَ الْبَصِیْر ۔اے اللہ میری نظر کو مضبوط کر دے اپنے نام کے صدقے جو بصیر ہے ۔ضرور پڑھیں بڑی اچھی بات ہے ۔

سوال: ہمیں کس طرح پتہ چلے گا کہ ہم اللہ کے ان بندوں میں شامل ہیں جن پر شیطان کی کوئی دسترس نہیں؟ کیا بازاری دودھ استعمال کر سکتے ہیں ؟

جواب: آپ کے سوالات بھی عجیب وغریب ہیں ۔ آپ کہاں سے کہاں نکل جاتے ہیں ۔ جواب حضرت حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے، کسی سائیں نے کہا تھا کہ علم سائیں دریا ہے ۔ کہاں سے چلتا ہے کہاں پہنچتا ہے آپ کے سوال بھی ایسا ہی دریا ہیں کہاں سے کہاں نکل جاتے

ہیں۔ میاں بازاری دودھ اگر پاک وحلال ہے تو ضرور استعمال کریں ۔شرط تو پاک ہونا اور حلال ہونا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ ہمیں کس طرح پتہ چلے کہ ہم ان بندوں میں شامل ہیں جن بندوں پر شیطان کی دسترس نہیں تو یہ آپ کو آپ کا کردار بتائے گا کوئی دوسرا بتانے نہیں آئے گا۔ نبی کریم ﷺ کی تبلیغ میں وہ قوت ہے۔ ہم بھی تبلیغ کرتے ہیں لوگ بیٹھ کر سن رہے ہوتے ہیں تو بڑی ان کے دل میں واہ واہ ہوتی ہے کہ بڑی اچھی بات ہے اور مسجد سے نکلنے سے پہلے بھول جاتے ہیں کہ کیا تھا۔ کوئی تقریر سن کر آرہا ہو تو اسے روک کر پوچھیں، کہیں گے بہت اچھی تقریر تھی، بہت غضب کی تقریر تھی۔ بھئی کہا کیا ہے، وہ تو کچھ یاد نہیں رہا ویسے بڑی پرلطف تھی۔ لیکن حضور ﷺ نے جو نیک بد، حلال حرام، جائز ناجائز بتایا اس میں اتنی قوت ہے کہ آج کا ان پڑھ بھی جانتا ہے کہ یہ اچھا ہے یہ بُرا۔ آپ کیسی دیہاتی گڈریے، چرواہے سے سن لیں، اسے کلمہ نصیب ہو جائے تو اس کے پاس حلال حرام، جائز ناجائز بڑی حد تک وہ معلومات جمع ہیں۔ یہ قوت ہے حضور ﷺ کی تبلیغ کی۔ تو آپ تو پڑھے لکھے لوگ ہیں، آپ جانتے ہیں کیا اچھا ہے، کیا برا ہے۔ اپنے کردار کو دیکھیں۔ اگر غلطیاں کر رہے ہیں تو شیطان کی دست برد سے بچے نہیں اور اگر ارادے، نیت، کردار میں راستی آگئی ہے تو درست ہے۔ بعض اوقات ہوتا یہ ہے کہ عبادات پہ بڑا زور ہوتا ہے لیکن دل میں اپنی بڑائی کا خیال ہوتا ہے، اپنی پاکیزگی اور بزرگی کا زعم ہوتا ہے۔ اگر دلی ارادے اور کردار میں مطابقت ہو اور خلوص وللہیت ہو، اتباع رسالت کی آرزو ہو اور اس پر بندہ سمجھوتہ نہ کرے تو شیطان کی دست برد سے محفوظ ہے۔ باقی جس وضاحت سے آپ پوچھنا چاہتے ہیں اس وضاحت سے میدان حشر میں بتایا جائے گا۔ اس کا وقت بھی آجائے گا جب ایک ایک بات کھول کر بتا دی جائے گی کہ آپ نے یہ کیا، یہ کیا۔ تو اپنے کردار پر نظر رکھیں۔ کسی بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں، میری اصلاح ہو جائے ۔انہوں نے فرمایا ایسا کرو کہ ایک قلم اور کاپی لے کر علی الصبح اٹھنے سے رات سونے تک جو بات کرو وہ بھی لکھ لو، جو عمل کرو وہ بھی لکھ لو۔ رات سوتے وقت حساب کر کے tick کر کے دیکھ لینا کہ نیلے نشان کتنی باتوں پر آئے اور سرخ نشان کتنے جملوں پر آتے ہیں۔ نیلے نشان کتنے اعمال پر آتے ہیں اور سرخ کتنے پر تو کسی کی نصیحت کی تمہیں ضرورت نہیں رہے گی تم خود اپنی نصیحت کے لئے کافی ہو گے۔ تو اپنا محاسبہ کیجئے اور دیکھئے۔ محاسبہ کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ اصلاح بھی ہوتی رہتی ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ بندے کو غلطی کا احساس ہوتا ہے تو وہ رجوع الی اللہ کرتا ہے، اس پر نادم ہوتا ہے اور نادم ہونا ہی توبہ ہے ۔ندامت ہی توبہ ہے تو یوں ہمیشہ اصلاح کی گنجائش باقی رہتی ہے اور بندہ اپنی اصلاح کرتا رہتا ہے لیکن اپنا محاسبہ کرے۔ یہ دعا میں پھر دہرا دیتا ہوں اَللّٰھُمَّ قَوِّیْ بَصَرِیْ بِحُرْمَۃِ اِسْمِکَ الْبَصِیْر جس کی نظر میں خرابی ہو اسے ضرورت ہو ضرور پڑھا کرے۔

آج وزیرستان میں تو عید ہے۔ ابھی چاند طلوع نہیں ہوا، انہوں نے دیکھ لیا، شاید خواب میں دیکھ لیتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہتے ہیں پانچ شہادتیں مل گئی ہیں اس لئے عید ہے۔ جب طلوع ہی نہیں ہوا تو دیکھا کیسے۔ خلیجی ریاستوں میں، عرب میں اتوار کو، کل عید ہو رہی ہے ۔ہماری بھی آج کمیٹی کی بیٹھک تو ہو گی اب دیکھیں کیا کرتے ہیں روزہ

تو ایک دن بعد رکھا تھا، آدھوں نے عید ایک دن پہلے ہی کر لی جو باقی رہ گئے وہ کیا کرتے ہیں۔لیکن امید غالب ہے آج کل تو یہ سائنس کا دور ہے اور وہ یہ ساری چیزیں جمع تفریق کر کے نکال لیتے ہیں سائنسدانوں کا خیال ہے کہ آج چاند طلوع تو ہو جائے گا لیکن پاکستان میں نظر نہ آسکے گا۔اگر 9 بجے تک کھڑا رہے تو شاید 9 بجے رات کو دیکھا جاسکتا ہے پہلی کا چاند تو دو گھنٹے نہیں رہتا، کم ہی رہتا ہے۔تو آج مشرق وسطی میں نظر آئے گا۔یہاں اس اعتبار سے تو کل نظر آنے کی توقع ہے اب اللہ نے کمیٹی کو اختیار دیا ہے شاید وہ بھی دیکھ لیں۔ہماری کمیٹی اتنی ذہین ہے کہ میں تو ٹی وی پر دیکھتا رہتا ہوں۔عینک لگائی ہوتی ہے اور وہ جو بڑی دوربین یا celluloid Telescope سے دیکھنے کے لئے عینک اتاری جاتی ہے اور اس کو adjust کیا جاتا ہے۔اور اگر عینک لگا کر اس سے دیکھیں تو اس سے کچھ بھی نظر نہیں آتا۔تو یہ تصویر بنواتے وقت تو عینک اتار لیتے ہیں۔اصل میں یہ ایسے بھولے ہیں کہ انہوں نے اسی دن چھت پر وہ مشین دیکھنی ہوتی ہے، آگے پیچھے انہوں نے بھی کبھی نہیں دیکھی اور لوگ انہیں بتاتے بھی نہیں۔آپ تجربہ کر لیں عینک لگا کر دیکھنے کی کوشش کریں آپ کو کچھ بھی نہیں نظر نہیں آئے گا۔عینک اتار کر دوربین میں ہوتا ہے ،اس پر اپنی eyesight minus plus کو adjust کریں تب نظر آئے گا۔یہ اسی طرح عینک لگا کر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔شاید آپ نے بھی ٹی وی پر دیکھا ہوگا۔اب پتہ نہیں یہ کیا کرتے ہیں، شام کو پتہ چلے گا۔ جو آثار و قرآن اللہ نے بندوں کو سکھائے ہیں خداداد علم ہے ان کے مطابق تو چاند پاکستان میں کل شام نظر آنا چاہیے۔اب ہماری تقدیر اللہ نے ان کے ہاتھوں میں دے دی ہے، آپ حکمرانوں کا رونا رو رہے ہیں ان بزرگوں نے پوری قوم کو آگے لگا رکھا ہے۔جو جی چاہتا ہے کر دیتے ہیں، انہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ہر طرف ایک سا حال ہے اللہ ہی ہدایت دے۔دعا بھی کیا کریں اور دعا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسباب ظاہری اختیار کر کے دعا کی جائے۔نبی کریم ﷺ اگر مدینہ منورہ میں رہ کر دعا فرما دیتے تو اہل مکہ تباہ ہو جاتے اور مدینہ منورہ بیٹھے ہوئے مسلمانوں کو فتح ہو جاتی۔لیکن آپ نے، جو اسباب میسر تھے جو اسباب میسر تھے ان کو لے کر ڈیڑھ سو کلومیٹر کا فاصلہ طے فرمایا۔رمضان شریف میں بدر میں کیمپ لگایا، صفیں آراستہ کیں۔جو ممکن تھا وہ کرنے کے بعد عریش بدر میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔دعا کا سلیقہ یہ ہے جو آپ نے تعلیم فرمایا۔جو وسائل ہیں۔شریعت کے مطابق ظاہری اسباب لیں۔جو آپ کے بس میں ہے وہ پورے خلوص سے، پوری کوشش کر کے کریں اور نتائج کے لئے اللہ سے دعا کی جائے۔ہمارے ہاں جو حضرات دعا پر آتے ہیں وہ سارا چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں سارا کام دعا سے ہی ہوگا اور جو میدان عمل میں جاتے ہیں وہ جائز ناجائز دیکھے بغیر اپنی کوششیں شروع کر دیتے ہیں۔کسی بھی حوالے سے کام ہو جائے تو یہ دونوں طریقے غلط ہیں۔شرعی وسائل اور جائز اسباب کو پورے خلوص سے، پوری محنت سے اختیار کر کے پورے درد دل سے اچھے نتائج کے لئے دعا کی جائے۔ہماری قومی حالت بھی قابل رحم اور قابل دعا ہے۔اس کے لئے جو آپ کے حصے میں ہے وہ تو صحیح کریں اور پھر ساری قوم، ملک کے لئے دعا بھی کریں۔اللہ کریم بہتر فرمائیں۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

☆☆☆

غزوۃ الہند ۔۔۔۔۔۔۔ وقت کا تعین ۔۔؟

ذوالقرنین : اسلام آباد

آج کل ہمارے معاشرے میں یہ سوال عام ہوگیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۃ الہند کی بشارت دی اور آج فضا بھی بن چکی ہے تو آخر یہ کب شروع ہوگا۔شائد ہماری نظر ہمارے مسائل پہ ہوتی ہے۔ہم یہ دیکھ کے گھبرا جاتے ہیں کہ یہ ظلم بربریت کیوں بپا ہے۔آگ کے اٹھنے والے شعلے ہمارے دل کی دھڑکن کو متزلزل کردیتے ہیں۔اور ہم پریشان ہوجاتے ہیں۔کہیں سے کوئی چنگاری ہمیں آلگتی تو ہماری چیخ نکل جاتی ہے۔ہم یہ بھول جاتے ہیں اللہ کے حبیب ﷺ نے ہم سے اس ظلم وستم کی پاداش میں ایک اہم جہاد کا وعدہ فرمایا ہے غزوہ کی حیثیت رکھتا ہے۔اور اللہ کے لاکھوں بندے ایسے ہیں جو اپنی آب وتاب کے ساتھ اس کارخیر میں شمولیت کی تیاری کیئے بیٹھے ہیں۔ان کی نظر میں یہ محض ہوائیاں ہیں جو کفر کی طرف سے چھوڑی جارہی ہیں۔جنگ تو ابھی آگے ہے۔اور آج کے حالات یہ ہیں کہ پوری دنیا کفر کی حفاظت پہ لگی ہوئی ہے اور کفر اپنی پوری طاقت سے مسلمانوں کو کچلنے کی تگ ودو میں مصروف ہے۔اس صورت حال میں عام مسلمان غزوۃ الہند کے منتظر ہیں کہ آخر یہ عظیم الشان معرکہ کب ہوگا؟۔

اگر تاریخ کو دیکھا جائے تو ہمیشہ جنگ کی فضا باطل کی طرف سے پیدا کی گئی کہیں بھی ایسا نہیں ہوا کہ اسلام نے معاشرے کو جنگ کیلئے اکسایا ہو یا پہل کی ہو۔یہ بدنصیبی کفر کے حصہ میں ہی رہی ہے۔اسلام نے صرف اور صرف ظلم وستم کے خاتمہ کیلئے تلوار میان سے نکالی جب وہ رک گیا تو تلوار واپس میان میں چلی گئی۔وقت کا تعین کسی جنگ کیلئے بھی نہیں کیا گیا کفار کی طرف سے جب ایسے حالات پیدا کر دیے جاتے ہیں کہ سوائے میدان میں فیصلہ کرنے کے کوئی راستہ نہیں رہتا تب اجتماعی طور پہ مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ اب اس ظلم کو تلوار سے روک دو۔آپ اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا زمانہ ہی دیکھ لیں کہ جب تک جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے کتنے مصائب اور مشکلات کا سامنا کیا گلی سے گزرتے ہوئے ان کے سروں پہ مٹکے توڑے جاتے خود ذات اطہر ﷺ کو مقام طائف پہ پتھروں سے لہولہان کیا گیا حضرت بلالؓ اور آل یاسر کے خاندان کا واقع سن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔تاریخ ایسے ظلم بربریت کی مثال پیش نہیں کرسکتی جو مظالم صحابہ کرامؓ کے اوپر کیئے گئے ۔لیکن کبھی کسی کو یہ نہیں کہا گیا کہ تم یہ سب برداشت کرو،آگے بدر بھی کھڑا ہے، احد بھی کھڑا ہے، خندک موجود ہے، یرموک اور تبوک موجود ہے سب بدلے لے لئے جائیں گے۔کبھی کسی سے کوئی وعدہ نہیں کیا گیا سب کچھ چلتا رہا۔جب جہاد کی اجازت ہوئی تو چشم فلک نے دیکھا کہ باطل کو ایسا منہ توڑ جواب ملا کہ وہ مٹ کررہ گیا۔ہماری یہ خوش نصیبی ہے کہ ہمیں غزوۃ الہند کا سٹیج سجا سجایا مل گیا۔ہمیں کوئی محنت نہیں کرنا پڑی کوئی ہجرت نہیں کرنا پڑی کوئی صدیوں پہ محیط فاصلہ نہیں رہا۔ہم اگر خلوص دل سے اس کی آرزو کریں گے تو اللہ ہمیں ضرور اس میں شامل فرمائیں گے اور خدانخواستہ ہم گزر بھی گئے تو اللہ ہماری اولاد کو یہ سعادت نصیب فرمادیں گے بس بات ساری آرزو اور تڑپ کی ہے۔جب ابو

ہریرہؓ کوغزوۃ الہند میں شمولیت کی بشارت مل گئی۔تو شمع رسالت کے ہزاروں پروانوں کے دل میں غزوۃ الہند کی حسرت پیدا ہوئی اور انہوں نے اپنا مال، اسباب اور اہل وعیال سب کو چھوڑا اور فوراً ہندستان کی طرف دوڑ پڑے برصغیر جو اولیاء اللہ کا مسکن ہے یہ بے وجہ نہیں ہے پورے قرہ ارض پہ کہیں بھی اتنے اولیاء نہیں بستے جتنے برصغیر میں موجود ہیں۔اس کی وجہ صرف اور صرف غزوۃ الہند ہے۔کہ جس شخص تک پیغام رسالت اور غزوۃ الہند کی نوید پہنچی اس نے ہند کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا۔ان میں اہل بیت خصوصی طور پہ شامل ہیں۔وہ مشہور ہو سکا یا نہ اسے دنیا جانتی ہے یا نہیں اس کا مزار بن سکا یا نہیں ہزاروں لوگ ایسے تھے جنہوں نے اپنے ممالک کی رونقیں چھوڑیں اور ہند کے جنگلوں اور بیابانوں میں آ کر آباد ہوئے حسرت صرف غزوۃ الہند میں شمولیت کی تھی اور یہ صرف انفرادی طور پہ نہیں تھا بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ خاندانوں کے خاندان ادھر آ کے آباد ہوئے۔حافظ ریاض نے تاریخ ہرات (افغانستان) کے حوالہ سے کتاب لکھی ہے۔جس کے صفحہ نمبر 128 پر لکھتے ہیں۔"حضرت علیؓ" سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خراساں میں ایک اللہ کا شہر ہے۔جس کا نام ہرات ہے۔یہ شہر مومن مردوں مومن عورتوں کا مسکن ہوگا۔اسی صفحہ پر دو اور احادیث حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہیں جن کا مفہوم یہی ہے مندرجہ بالا احادیث کی اہمیت وافادیت کی وجہ سے عرب سے مسلمان جوق در جوق خراسان و ہرات میں غزوۃ الہند میں شرکت کیلئے تشریف لائے ۔جن میں علوی اعوان، سادات ہاشمی، وقریشی خاندان کا ہند میں آنا ثابت ہے۔(بحوالہ ماہنامہ اعوان انٹرنیشنل شمارہ اکتوبر 2011)

عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جب غزوہ الہند کی حدیث مبارکہ سنی تو عرب سے ہندستان کی طرف چل پڑے۔سارا جنگل چیرتے ہوئے بیابانوں سے گزرتے ہوئے دریاؤں کو عبور کرتے ہوئے وسائل کی کمی کی بنا پر پیدل سفر کرتے ہوئے اپنی تمام زندگی داؤ پہ لگا کے۔وہ کراچی کے ساحل سمندر پر پہنچے اور یہاں ان کو آ کے اطمنان ہوا کہ یہ سرزمین غزوۃ الہند کی فضاؤں سے مشرف ہوگی۔انہوں نے ماڑی پور ساحل سمندر پہ آ کے ڈیرہ جما لیا۔یہیں ان کی وفات ہوئی اور ادھر ہی ان کا مزار ہے۔ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔چونکہ ان کا زمانہ قرب نبوت کا ہے اس لیے لوگ انہیں صحابی سمجھتے ہیں۔

اسی طرح خواجہ اللہ دین مدنیؒ آج سے پانچ سو سال پہلے برصغیر میں تشریف لائے آپؒ ابو ایوب محمد صالحؒ کے خصوصی تربیت یافتہ تھے۔منڈی بہالدین کے علاقہ میں وہ غوث بہاؤالدینؒ کے نواسہ عبدالغنیؒ کے پاس ٹھہرے اور ادھر ہی ان کا وصال ہوا یہیں ان کا مزار ہے ان کی مشہور کرامات کی وجہ سے لوگ ان کو ہیروں والی سرکار کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ان کی آمد سے پہلے یہاں کے باسیوں کے جانور سیلاب سے پھیلنے والی بیماریوں کے باعث مرجاتے تھے لیکن جب خواجہ اللہ دین مدنیؒ نے یہاں قدم مبارک رنجہ فرمایا تو اس علاقہ پہ اللہ کا کرم ہو گیا تمام مصائب ختم ہو گئے۔اللہ نے ان سے برصغیر میں سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی نشاط کا کام لینا تھا۔آپؒ کی وفات کے ساڑھے چار سو سال بعد قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ کی تربیت روحانی طور پر خواجہ عبدالرحیمؒ کی معرفت خواجہ اللہ دین مدنیؒ نے فرمائی۔اور تصوف وسلوک کے ساتھ ساتھ غزوۃ الہند میں شمولیت کی تربیت بھی کرائی گئی۔حضرت مولا اللہ یار خانؒ نے جہاں ہزاروں لوگوں کو فنا فی الرسول ﷺ کرایا وہاں ان کے اندر غزوۃ الہند میں شمولیت کا ولولہ بھی اجاگر کیا۔فروری 1984ء میں حضرت مولا اللہ یار خانؒ انتقال فرما گئے اور تصوف وسلوک کا بحر بیکراں اپنی پوری تابانی اور جاہ وجلال کے ساتھ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے سایہ شفقت میں رواں دواں ہے۔اور شمع رسالت ﷺ کے پروانے تصوف وسلوک کی منازل طے

کرتے ہوئے غزوۃ الہند میں شمولیت کیلئے بے تاب و بے قرار ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں؟ اس کی وضاحت میں پروفیسر علی اکبر منصور اپنی کتاب ''پاکستان کی دینی وسیاسی جماعتیں'' میں اس طرح رقم طراز ہیں۔

''محمد رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے اپنے جانثاروں کی جس جماعت کی تشکیل فرما کر کفر کو اسلام میں بدلا اور اللہ تعالیٰ کے نظام کو قائم کیا، یہ گروہ ان ہی کے نقش قدم پہ چلنے، وہی جذبات، وہی عشق رسول اسلام سے وہی والہانہ وابستگی کے ساتھ کفر کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے نظام کو خدا کی زمین پر دوبارہ قائم کرنے کی دیوانگی سے سرشار صوفیاء ہیں۔ یہ ان لوگوں کی جماعت ہے، جن کو اپنی ذات کیلئے کسی حسن دولت ،یا شہرت کی تمنا نہیں۔ کسی اقتدار کسی کرسی کی خواہش نہیں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اتنی چھوٹی معمولی اور وقتی خواہشوں سے بہت بالا تر ہیں ۔اسلام کو قائم کرنا۔ اسلام کو قائم رکھنا اور اسلام کو اس قرہ ارض پر غالب کرنا ان کا مقصد حیات ہے اس کے سوا کسی اور مقصد کے لئے زندہ رہنا ان کی لغت میں نہیں۔ یہ تحریک دوسری تمام تحریکوں اور تنظیموں کے مقابلے میں کئی منفرد خصوصیات کی حامل ہے۔ اس تحریک کا ہر فرد ایک ذمہ دار کارکن اور باعمل مسلمان ہے جو تحریک کے قائد کی قیادت پر مکمل اعتماد اور روحانی عقیدت کے ساتھ وابستگی رکھتا ہے''۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ ہمیں غزوۃ الہند کے مجاہدین میں شامل فرمائے اور ان بزرگان دین سے فیض حاصل کرنے کی اور ان فیوضات و برکات پہ قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رزق حلال عین عبادت ہے

العروج

انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A

☆ زیارت حرمین شریف کیلئے ویزہ عمرہ حاصل کریں۔

☆ اکانومی اینڈ سٹار ہوٹلز پیکج دستیاب ہے۔

☆ احباب سلسلہ کو گروپ بنا کر بھی بھجوایا جاسکتا ہے۔

☆ حج کا ارادہ رکھنے والے حضرات ابھی سے پاسپورٹ جمع کرواسکتے ہیں

ایڈوانس بکنگ جاری ہے

ارشاد نبوی ﷺ

حج و عمرہ کرنے والا کبھی غریب نہ رہے گا۔

العروج

انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ

Ph: 0462-51159,512559 Fax: 0462-510559

Mob: 0334-6289958

E-mail:alarooj@hotmail.com

پروپرائیٹر

حافظ حفیظ الرحمن

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنیٰ ہے۔

لطائف اور قلب اطہر حضور اکرم ﷺ

اگر لطائف ہی منور ہو جائیں تو سلطان اذکار سے، ہر ذرۂ بدن سے ایک نور کی تار نکلتی ہے جس کا تعلق قلب اطہر رسول اللہ ﷺ سے ہوتا ہے۔ ایمان بھی جب آدمی کو نصیب ہوتا ہے تو قلب اطہر رسول ﷺ اور قلب مومن کے درمیان نور کی ایک تار بن جاتی ہے اور اس پر اگر لطائف نصیب ہو جائیں اور سلطان الاذکار نصیب ہو جائے تو وجود کے ہر ذرے کا تعلق قلب اطہر ﷺ سے ہو جاتا ہے۔ سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق انسانی وجود میں دس ہزار کھرب سیل ہوتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اگر لطائف منور جائیں اور سلطان الاذکار نصیب ہو جائے تو دس کھرب تاریں ایک وجود سے قلب اطہر تک جاتی ہیں۔ اب انسان کا کردار اور اس کے یقین کی قوت ہے کہ وہ ان میں سے تاریں توڑتا ہے یا انہیں مزید مضبوط کرتا ہے۔

دعائے مغفرت

۱۔ فیصل آباد سے سلسلہ کے ساتھی محمد نسیم آرٹسٹ کی اہلیہ

۲۔ کراچی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی مظہر شاہ کی والدہ محترمہ

۳۔ شیخوپورہ سے سلسلہ کے ساتھی ماسٹر محمد منیر کی والدہ محترمہ

۴۔ ضلع خوشاب قائد آباد سے سلسلہ کے ساتھی بابا عبدالرحمن آف شادیہ وفات پا گئے ہیں

ساتھیوں سے دعا کی درخواست ہے۔

اعوان رئیل اسٹیٹ اینڈ بلڈرز

اسلام آباد، راولپنڈی میں مکان، پلاٹ کی خرید و فروخت کیلئے اعتماد کے ساتھ رابطہ کریں۔ نیز اپنے گھر تعمیر کروانے کیلئے بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

رابطہ

آفس نمبر 2 بلاک 3D خورشید مارکیٹ F.10/1 اسلام آباد

سب آفس نمبر 2......مین ڈبل روڈ، سواں گارڈن، اسلام آباد

E.Mail:awanbuilders@hotmail.com

امجد اعوان: 051-2102581

Cell:0333-5102235

ضرورت رشتہ

1......بیٹا......بی کام عمر 28 سال قد 5 فٹ 8 انچ

2......بیٹی......بی کام عمر 24 سال قد 5 فٹ 4 انچ

3......بیٹی......اے سی اے کر رہی ہے عمر 20 سال قد 5 فٹ 3 انچ۔

رشتے درکار ہیں۔ سلسلہ عالیہ سے منسلک پڑھے لکھے احباب رابطہ کریں۔

فون نمبر: 0333-4955021

0333-4363022

قارئین ماہنامہ المرشد کے لئے خوشخبری

قارئین ماہنامہ المرشد کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ المرشد کے سائز کو بڑھانے کے ساتھ، ۸۔صفحات کا بھی اضافہ کیا جارہا ہے۔ان اضافہ شدہ صفحات میں خواتین اور بچوں کے لئے خصوصی مضامین کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ اس کی قیمت میں کمی کر کے ایک رعایتی پیکیج تیار کیا گیا ہے
جو مندرجہ ذیل ہے۔

۱: سالانہ ممبر شپ فیس میں رعایت

(ا) سالانہ ممبر شپ فیس ۔/۵۰۰ روپے سے کم کر کے ۔/۴۵۰ روپے کر دی گئی ہے۔اس پیکیج کا اطلاق جنوری ۲۰۱۳ سے تمام (نئے اور پرانے) ممبران پر ہوگا۔ پرانے ممبران ۔/۵۰ روپے اگلی ممبر شپ فیس میں ایڈجسٹ کرواسکتے ہیں یا ایک ماہ کے لیے اُن کی ممبر شپ بڑھادی جائے گی۔وہ دونوں میں سے کسی ایک سہولت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں

(ب) ششماہی ممبر شپ بھی حاصل کی جاسکتی ہے جس کی فیس ۔/۲۳۵ روپے ہوگی

۲: "Bulk-Purchasers" کے لیے خصوصی رعایت

۱۰۔شماروں کی قیمت ۔/۳۸۰ روپے ہوگی اور ۱۰۔شماروں کی خریداری پر ایک شمارہ مفت دیا جائے گا۔یعنی ۔/۳۸۰ روپے میں ۱۱۔شمارے دیے جائیں گے۔

(۳) نقد خریداری پر ۔/۵ روپے کی رعایت:

فی شمارہ قیمت ۔/۴۵ روپے سے کم کر کے ۔/۴۰ روپے کر دی گئی ہے ۱۰۔شماروں سے کم خریداری پر قیمت فی شمارہ ۔/۴۰ روپے ہوگی

(۴) پُرانے شماروں کی قیمت میں رعایت

سٹاک میں موجود پرانے شماروں کی قیمت صرف ۔/۱۰ روپے فی شمارہ ہوگی

یہ بات یاد دلانا از حد ضروری ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے ہر ساتھی رگھرانہ کے لئے ماہنامہ المرشد کی ممبر شپ ضروری ہے سلسلہ عالیہ کے ہر ساتھی کو چاہئے کہ خود بھی ممبر شپ حاصل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے ارشادات اور دوسرے مضامین مومن کو نورِ نبوت ﷺ کیفیات باطنی اور لذتِ آشنائی عطا فرماتے ہیں

قارئین کرام اپنی آراء، مضامین یا شکایت درج ذیل ای میل پر بھیج سکتے ہیں۔
email: monthlyalmurshed@gmail.com
بذریعہ خط و کتابت: ۱۷۔اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور
بذریعہ فون رابطہ: لاہور آفس: 0423-5180381، دارالعرفان: 0543-562200

intensively and doing it for the last few days, yet they are dressed and groomed exactly like them from head to toe. I could not understand the logic behind all this. A three piece suit with tie is not our national dress, then why are they wearing it.

It has now become a tradition to condemn everything related to late Genreal Zia ul Haq, although it is very bad to condemn anybody who has already died, because a late person has already spent his time and did what he did, but it is not a decent act to condemn deceased people. And no matter whomever it is, whether it is Mr Bhutto or Mr Zia ul Haq. They both are very different personalities and almost the opposite of each other, and both of them have passed away and now their matters rest on the judgment of Allah-swt. Allah-swt is Merciful and it is on His-swt Will whether He-swt forgives or punishes someone. He-swt even may forgive everyone and nobody could dare to ask about it. He-swt is the Subduer over everyone and it is His-swt Will whoever is being punished.

To be continued

Remaning Part Of "Purity of Intention"

(Contnued from previus Month)

His form is human, but he is suspended in this bag and all its strings are made of fire. Now beyond this there can be neither any conversation, nor can anyone go.
I wondered, O Allah! What is this? Then I understood that, these were the expectations he had reposed in people, such as: 'I will get money from this person, this one will respect me, this one will take me in his car.' He had reposed such minor hopes in the people. In Barzakh, Allah turned each of those hopes into a string of fire, which formed a net and he is suspended in this.
This is the result of diverting the intent of the heart: "Innam-al A'amaalo bin Niyaat". The outcome will be according to whatever you have within your heart.
So my brother, all of us, including myself should reflect upon the intent within our hearts. There should only be one desire within the depth of one's heart; that my Rabb and my Holy Prophet-saws be pleased with me. I may be able to attain the Pleasure of Allah, and I may be saved from His Wrath, and that He is never annoyed with me. There should be no thought of one's own greatness, or the thought of attaining wealth, or the greed for status. All these things and the thought of worldly gain through Allah's worship that, 'If I make the effort, people will acknowledge me as a great saint, people will write titles like Ghause, Qutub al Aqtab after my name, I will become famous, people will give me money'...all this a very dangerous game. May Allah keep us under His Protection and Refuge! Ameen!
And the end of our prayer is All Praiseworthy Attributes are for Allah, the Rabb of all worlds. Peace and Salutations be on His Beloved Muhammad-saws, and his family and Companions, all.

hand while to be the real Muslim on the other hand, both are quite different things.

The word Islam is related to تسلیم 'Tasleem' which is derived from سلم, 'Sallamah'. A Muslim is the person who obeys, recognise and implement every command of Allah-swt and the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam all over his life. Therefore, if somebody misses obeying various commands of Allah-swt and the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam, he should be having the feeling that it is Islam which he has disobeyed all over the day.

At the end of the day, has anyone done their own accountability of where they have failed in following Islam? The question should be asked that from Fajar to the Isha, how much Islam is being followed and how much is being given up. Therefore, if we take out a paper and start writing down every action we perform and every word we speak from Fajar till Isha, we would be able to see how much we have followed Islam and how much of our actions are non-Islamic.

Today, our condition as a whole and individually is quite disturbing. Doomed are those people who failed to recognize and believe in the Prophethood of the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam. When misdeeds of a person are excessively increased and when someone is subjected to an intense doom, he or she commits blasphemy to the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam. This is the deepest level of sin which could be committed by a person. Blasphemy was also done by the idolaters of Makkah. They would do it in every way possible, physically, literally, politically and socially. They would stone the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam, they would use every kind of bad word for him-sallu alaihe wasallam. But what was the response of the Muslims in those times? The Muslims would answer the blasphemy by strictly following the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam in every aspect of life. In the life of Madinah Munawwara, there were a few abusing blasphemers, which was felt by the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam as insulting, and those blasphemers too were killed by the Companions-rau. Ka'ab bin Ashraf was a Jew, about whom the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam said that this person's words are exceeding the limits, so who would eliminate himare wrapped in the curtains of the Ka'ba. And those few people were murdered, although rest of the city was forgiven. However, have the Companions-rau ever fought with each other in response to a blasphemy? Would they burn their own property? Where has this expression of love emerged from? To go out on a spree and burn offices, wreck vehicles, kill people and sabotage homes, which kind of love is this? In my opinion, we hid our real faces behind a veil of the claim of our love for the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam! Which kind of love is this? I have been listening to the TV shows and table talks. Our anchors and scholars are criticizing the West very

Repentance

Translated Speech of His Eminence
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan, Munarah

Dated: September 21st, 2012

بسم الله الرحمٰن الرحيم

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِىْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًاۢ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ

Allah-swt describes the best qualities of His-swt bondmen in the above stated verses. Generally speaking, everything in this universe is His-swt creation but as some poet has aptly stated, that;

مالک سب کا ایک ہے
مالک کا صرف ایک
لاکھوں میں تو کوئی نہیں ہے
اربوں میں جا کر دیکھ

'the real Master is the Only One for all,
but for the Master, there is a special someone,
you may not find that 'special someone' in millions,
rather he is the one in billions'

The Master is the only Creator, providing life and livelihood along with other countless blessings to His-swt Creation, but there are very few men who really become His-swt bondmen. As stated in the Holy Quran, وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِىَ الشَّكُوْرُ 'but few of My-swt bondmen are thankful'. Here the word 'bondmen' could be interpreted a kind of praise for the believers in general. The privilege of being Allah-swt's bondmen is simply for those who are blessed with the faith of Islam. It is worth mentioning that Islam is not the Deen of a specific era or people, rather it is thethe? The Companions-rau killed him as well. Indeed blasphemy of the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam is such a grave crime. On the day the Makkah was conquered, all the people were forgiven except for a few blasphemers for whom it was ordered that they should be found and killed even if they Deen of righteousness and truth. All the Prophets-alaihem-us-salaam have preached about the Unity of Allah-swt, they taught the Kalima-e-Tayyiba, every Prophet-alaihe salaam announced about their Prophethood and they asked their people to follow what has been revealed from Allah-swt. That was also Islam and present day's Islam too is comprised of accepting the Unity of Allah-swt, recognizing the Prophets-alaihem us salaam and following whatever has been revealed. So the honour for a believer is to be the bondman of Allah-swt. But merely, claiming to have faith on one

sincerity. This thing, that is Ilm-e Batini (hidden knowledge) and Sulook have become extremely rare in the world today. The Bazaar of this knowledge has lost its splendour, its seekers and lovers have vanished, and its shops are shuttered. On this basis I had requested that if he seeks it or has the desire, not to despair, although it is difficult."

Hazrat Abdul Ghafoor rua resided permanently in Madinah Munawwarah, but in this duration Hazrat Ji rua could not pay a visit the two Holy places, therefore a direct meeting did not take place, and his news would reach Hazrat Ji rua through Maulvi Fazal Husain rua. Perhaps this channel was not appropriate, therefore no headway was made after Hazrat Ji rua's invitation. Maulana Madni passed away in 1969, and he was buried at the feet of Hazrat Sayyedna Usman rau in the Jannat al Baqi'i Graveyard. When Maulvi Fazal Husain rua gave Hazrat Ji rua the news of his death, he rua reflected (towards him) in Barzakh and said, 'Hazrat Madni rua is very happy in Barzakh'.

Similarly, Hazrat Maulana Ahmed Ali Lahori rau had been informed of Hazrat Ji rua's spiritual greatness after his meeting with Hazrat Ji rua's pupil, Qazi Sana Ullah (from Laiti), but despite this he could not meet with him in his lifetime. The point one comprehends here is that, the intermediaries who conveyed Hazrat Ji rua's account were not commensurate with the status of these personalities, because the suitability of the inviter is important for an invitation to be effective..

This point can be illustrated to quite an extent by the following episode. Dr. Robert D. Crane, who after accepting Islam became known as Dr. Farooq Abdul Haq in America, and holds a Ph. D in Economics and Law served as the American ambassador to the Middle East for some time, after which he was the White House Advisor to the President for eight years.

On meeting some Ahbab of the Silsilah in America, Dr. Crane mentioned that, 'Ever since I have accepted Islam, I find the love of Allah swt in me, but not that of the Holy Prophet saws, although I am aware of the Hadees that a person cannot be a Momin (Believer) unless he loves the Holy Prophet saws above anything in the world including his life.' He was told was to learn Tasawwuf, for which he would need to travel to Pakistan. Although within a short time a delegation of Ahbab of the Silsilah toured America, but he was made to wait till Hazrat Ameer ul Mukarram-mza went on his American tour the following year, so that in accordance with his eminent status he met directly with Hazrat Ameer ul Mukarram-mza. The next year, Dr. Farooq Abdul Haq after having met Hazrat Ameer ul Mukarram-mza, came to Pakistan and remained under Hazrat Ameer ul Mukarram-mza's direct tutelage for over a month in Dar ul Irfan. The Dr. Sahib's zeal was such that he did not waste even a day in sight-seeing and spent all his time in Zikr and meditation.

To be continued

Maulvi Fazal Husain-rua was himself a Pir; he took Bai'at, he preached to his followers and sometimes advised people to read 'Waziaf' (prayers), but did he possess the qualification to take Bai'at-e Tariqat? Could he take a seeker to cover Sulook (the spiritual Path) ? These were questions, to which he knew the answer; that this was beyond him. This is the question that every person who calls himself a 'Pir' and is a claimant of Bai'at-e Tariqat should ask his heart and if the response he gets is a 'no', then he should direct people away from his door to where these blessings are actually distributed.

Maulvi Fazal Husain rua did exactly what such a person would do, who instead of succumbing to false vanity and pretentions of a being a Pir, fears Allah swt, and who fears answering on the Day of Judgment the souls, that had flocked to him for the precious wealth which he was devoid of, but still gathered simply to keep aloft the esteem and standing of his religious establishment.

Maulvi Fazal Husain rua arranged an Ijtema' at his place and instructed all his followers to attend. The scene was worth witnessing when Maulvi Fazal Husain rau tearfully admitted to them that it was beyond his scope to enhance them spiritually and if his followers had a sincere thirst for the Path then they, along with him, should all present themselves before Hazrat Ji rua who was also the guide of their Pir and Murshid.

Every religious establishment has the name of a great saint or religious personality behind it, and these establishments are resting on the reputation of those ancient personalities, but is there any Gaddi Nashin (spiritual heir) today who has the moral courage to make such a confession in front of his followers that Maulvi Fazal Husain rua made, notwithstanding the fact that he had been granted the robe of Khilafat by two great Sufi personalities?

Those who sold potions for the Heart
Have shuttered their shops, and left.

Those who had the proficiency and perception to adorn the 'world of the heart', whose Tawajjuh was the potion for the malady of the heart, whose mere company was equal in compensation for hundreds of years of unceasing worship; although today establishments are still existing in their name, there is no one capable of distributing the potions for the heart's maladies.

The annual Ijtema' at the Mazaar of Hazrat Fazal Ali Qureshi rua, was attended by Maulana Abdul Ghafoor Madni rau and Maulvi Fazal Husain rua, who held the Khilafat of both these personalities. Hazrat Ji rua had written in a 1963 letter to Maulvi Fazal Husain rua that when he attended the Ijtema' at the Mazaar of his Shaikh Hazrat Fazal Ali Qureshi rua and met Maulana Madni rua, to tell him that if he would come to meet Hazrat Ji rua, he would readily take him on to further stages of Sulook. He even wrote, "Any person who has a real desire to study Sulook and also has the capacity to achieve it, send him to me. Yes, and ask Maulana Abdul Ghafoor that if he cannot get the desired results in his own Silsilah, is it incorrect to look for it elsewhere?" Again, in 1964, elaborating on his previous correspondence he wrote, "Pass my request on to Hazrat Abdul Ghafoor Madni. It was sent with all

Hayat-e-Javidan Chapter 18

A Life Eternal (Translation)

HAZRAT JI's-rua SPIRITUAL POWERS

continued From Previous Month

There was a slight delay in obeying this order, and after two three days he once again went to present his respects to Maulana Abdul Ghafoor rua, who this time told him very sternly, "You are still here? It is not me, but the Holy Prophet saws, who is ordering you to go back!"
At the time it was not clear why he had been ordered to return, but it is understood now that he was required in Lahore for the spread of the Silsilah Naqshbandiah Owaisiah, and further on he had to accomplish the same task in the United Arab Emirates as well.
On his return to Lahore, Maulvi Fazal Husain rua would remain occupied in doing Zikr and in meditation at the Mazaar of Hazrat Data Ganj Baksh rua. This was in the beginning of 1963, and the Silsilah, by then, had become quite well known in the areas of Chakwal and Munara. Someone from this area by the name of Muhammad Amin noticing Maulvi Fazal Husain's fervour, told him about Hazrat Ji rua , after which he commenced a direct correspondence with Hazrat Ji rua. In one of his letters when he mentioned passing through the spiritual Station of 'Haqiqat-e Quran'; Hazrat Ji rua wrote back,
"Your Anwaar (Lights) reached to 'Sair-e Quran' through the Tawajjuh (attention) of your Shaikh. You have heard about the Station of Haqiqat-e Quran (Reality of the Quran) from your Religious Elders. The fact is that the stations of Haqiqat-e Quran, Haqiqat-e K'abah, Haqiqat-e Salaat, are in Dairah-e Muhammadiah saws, the Wilayah reserved solely for the Holy Prophet saws; the remaining Prophets finish their stations at the Station 'Oolul Azmi'...." Maulvi Fazal Husain was a 'Sahib-e-Kashf' (a Seer) and understood Reality. Immediately he understood that the matter was exactly as Hazrat Ji rua had pointed out, i.e. he could only 'see ' these stations through his Anwaraat (spiritual lights), while in actual fact, these were beyond his reach.
Maulvi Sahib requested to meet with Hazrat Ji rua but was told to keep corresponding for the time being, he would be called for a meeting at the appropriate time. Hazrat Ji rua's expression of extreme self-modesty should be thought- provoking for persons who after taking just two steps in Sulook start hoisting flags proclaiming their greatness.
Hazrat Ji rua wrote, "Hazrat, I am not a Pir, neither do I take Bai'at, nor has the thought ever crossed my mind, If Allah swt wills, I take people to the Holy Prophet saws for Bai'at. As far as I am concerned, I consider myself even lower than a dog, not capable for being a Pir."

فہرست کتب

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ ادارالعرفان منارہ ضلع چکوال

شیخ المکرم حضرت مولانا اللہ یار خانؒ

1۔ تعارف (اردو)	15.00
2۔ تعارف (انگلش)	20.00
3۔ دلائل السلوک (اردو)	250.00
4۔ دلائل السلوک (انگریزی)	250.00
5۔ حیات النبی ﷺ	30.00
6۔ حیات برزخیہ (اردو)	200.00
7۔ حیات برزخیہ (انگریزی)	40.00
8۔ اسرار الحرمین	80.00
9۔ علم وعرفان (اردو)	25.00
10۔ علم وعرفان (انگریزی)	25.00
11۔ عقائد وکمالات علمائے دیوبند	30.00
12۔ سیف اویسیہ	35.00
13۔ تفسیر آیات اربعہ	40.00
14۔ الدین الخالص	200.00
15۔ ایمان بالقرآن	120.00
16۔ تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین	200.00
17۔ تحقیق حلال وحرام	40.00
18۔ شکست اعدائے حسینؓ	35.00
19۔ داماد علیؓ	20.00
20۔ بنات رسول ﷺ	15.00
21۔ الجمال والکمال	25.00
22۔ حیات طیبہ اول	600.00
23۔ حیات طیبہ دوئم	500.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

1۔ غبار راہ اول	150.00
2۔ غبار راہ دوئم	100.00
3۔ ارشاد السالکین اول	40.00
4۔ ارشاد السالکین دوئم	25.00
5۔ لطائف اور تزکیہ نفس	15.00
6۔ دیار حبیب میں چند روز	20.00
7۔ نور وبشر کی حقیقت	15.00
8۔ کنز الطالبین	200.00
9۔ راہی کرب وبلا	20.00
10۔ رموز دل	60.00
11۔ حضرت امیر معاویہؓ	35.00
12۔ طریق نسبت اویسیہ	250.00
13۔ تعلیمات وبرکات نبوت	200.00
14۔ خطبات امیر	120.00
15۔ کنوز دل	250.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی (تفسیر قرآن)

1۔ اسرار التنزیل (اردو)	2300.00
چھ جلدوں میں (فی سیٹ)	
2۔ اسرار التنزیل (انگلش)	2000.00
پانچ جلدوں میں (فی سیٹ)	
3۔ اکرم التفاسیر (زیر طبع)	
جلد اول۔ دوم۔ سوم	
(فی جلد)	270.00
(جلد چہارم)	370
(جلد پنجم)	300
(جلد ششم)	350
(جلد ہفتم)	470

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحبؒ

1۔ انوار التنزیل	25.00
2۔ چراغ مصطفوی ﷺ	35.00
3۔ اطمینان قلب	60.00
4۔ تصوف وتعمیر سیرت (اردو)	60.00
5۔ تصوف وتعمیر سیرت (انگریزی)	120.00
6۔ کس لئے آئے تھے (اردو)	25.00
7۔ کس لئے آئے تھے (انگلش)	25.00
8۔ بزم انجم	40.00
9۔ عظمت صحابہؓ	10.00
10۔ ذکر اللہ (اردو)	15.00
11۔ لغزشیں	25.00
12۔ مغالطے	30.00
13۔ ٹھوکریں	20.00
14۔ قرآن حکیم اور دعوت وتبلیغ	15.00
15۔ نفقہ اور ہماری زندگی	25.00
16۔ والناس	20.00
17۔ خدایا اپنی کرم بار دگر کن	25.00
18۔ تصوف کی پہلی کتاب	50.00
19۔ تصوف کی دوسری کتاب	70.00
20۔ تصوف برائے انٹرمیڈیٹ	100.00
21۔ دین ودانش	25.00
22۔ اسلامی تہوار	10.00

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

1۔ ہشت روزہ کورس	100.00
2۔ سہ ہفتہ کورس	150.00
3۔ پنج ہفتہ کورس	200.00
4۔ پیشین گوئیاں	15.00
5۔ اسلام اور تہذیب جدید (اردو)	120.00
6۔ اسلام اور تہذیب جدید (انگریزی)	120.00
7۔ طریق السلوک فی آداب الشیوخ	300.00

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

فون 04235182727

Muharram / Safar 1434h

December 2012

ماہنامہ المرشد

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَاتُكْثِرُوْا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ كَثْرَةَ
الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ
مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي (سنن الترمذی، باب منہ)

Hazrat Ibn-e-Umar (R.A.U) narrates that the Prophet (S.A.W.S) said that do not engage in excessive conversation without Allah's Zikr as conversation without Allah's Zikr hardens the heart and a person whose heart has hardened is the most distant from Allah.

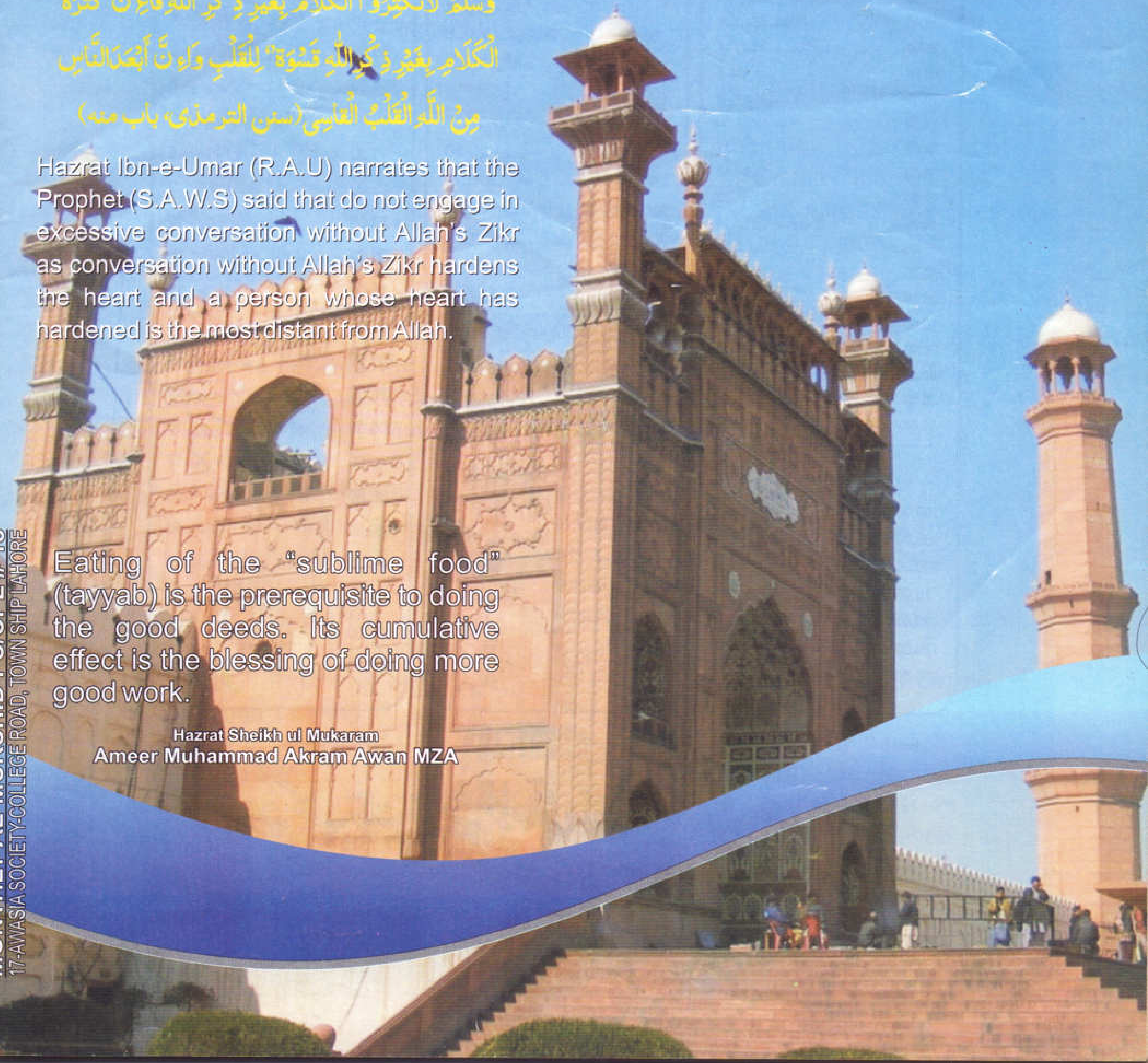

Eating of the "sublime food" (tayyab) is the prerequisite to doing the good deeds. Its cumulative effect is the blessing of doing more good work.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاون لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255